UNIVERSAL LIBRARY
OU_226423

UNIVERSAL LIBRARY

قال اللہ تعالیٰ واتبع سبیل من اناب الیّ

چوں مزبور دال است بر وجوب اتباع منیبین بعبارۃ النص و بر تنوع مکلفین بہ تابع و متبوع باشارۃ النص و بر عموم سبیل متبوع مر ثابت بالنص و بالقیاس را بالاطلاق و بر اخراج سلک غیر ناشی از انابۃ بالتقلید لامحالہ منتج اعتبار شرع شد مر اجتہاد و تقلید را و اقتصاد را در آں و تسدید را و منع مداہنت و تشدید را بغرض ایضاح ہمیں طریق رشاد و سد باب فساد و عناد رسالہ ہذا مسمّٰی بہ

الاقتصاد

فی بحث

التقلید والاجتہاد

مع بعض اضافات جدیدہ

کہ بنام ایزد در خصوص ایں بحث عدیم النظیر و بیعدیل است و فاقد الند و المثیل است معاندان را باعتدال می آرد و جامدان را از جمود باز می دارد باجملہ ہادی طریق انصاف است و مانع تعصب و اعتساف است از افاضات واقف رموز شریعت ماہر اسرار طریقت جامع علوم نقلی و عقلی حضرت سیدنا و مولانا حاجی قاری شاہ محمد اشرف علی صاحب دام فیوضہم تھانوی

در مطبع جید برقی پریس دہلی طبع گردید

یہ رسالہ و نیز ہر قسم کی اسلامی درسی و غیر درسی کتب و نیز علماء دیوبند کی تمام تصانیف نہایت ہی ارزاں قیمت پر بذریعہ ناظم دار الاشاعت دیوبند ضلع سہارنپور سے طلب فرماویں

CHECKED

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی شرع لنا اتباع الکتاب والسنۃ دینا وسبیلا ووضع لشرحہما تفقہ العلماء واجماع الامۃ معینا ودلیلا والصلوۃ والسلام علی رسولہ النبی الامی الذی جعل السوال شفاء لمن کان بداء العی علیلا وانذر من کتم علما سئل عنہ اخذا وبیلا اللہم صل وسلم علیہ وعلی جمیع اخوانہ من الانبیاء وعلی آلہ وصحبہ الاصفیاء وورثتہ من العلماء والاولیاء صلوۃ وسلاما امدا طویلا

امابعد اس زمانہ کے فتن عظیمہ میں سے ایک فتنہ اختلاف مسئلہ تقلید واجتہاد کا ہے جس میں حد سے زیادہ مختلفین افراط وتفریط کر رہے ہیں۔ ایک اجتہاد وقیاس کو مجتہدین کے لئے اور تقلید کو مقلدین کے لئے حرام بلکہ کفر وشرک بتا رہا ہے۔ دوسرا تقلید کو حرام کہکر اجتہاد کو سب کے لئے جائز بتا رہا ہے۔ تیسرا قیاس کے جواز کو اہل کے ساتھ خاص مان کر اور عوام کے لئے تقلید کی اجازت دیکر تقلید شخصی سے بالخصوص امام ابوحنیفہؒ کی تقلید سے اُن کو مخالف حدیث سمجھکر نفرت دلا رہا ہے۔ چوتھا تقلید شخصی کے وجوب میں رنگ لا رہا ہے۔ پانچواں قائس ومجتہد کے مقابلہ میں غایت جمود وتعصب سے آیات وحدیث کے ساتھ رد اور گستاخی سے پیش آرہا ہے۔ غرض جس کو دیکھو ایک نیا افسانہ سنا رہا ہے اور اس غلو کے سبب باہم بغض وعداوت سے کام لیا جاتا ہے اور شتم وغیبت کو طاعت وعبادت اعتقاد کیا جاتا ہے علمائے اہل حق ہمیشہ اس فتنہ کی تسکین کے لئے تقریریں اور تحریریں شائع فرماتے رہے اور لوگوں کو صراط مستقیم بین الافراط والتفریط پر لاتے رہے اور اس وجہ سے اس باب میں کسی تالیف جدید کی حاجت نہ تھی لیکن عادت مستمرہ مسلمہ ہے کہ ہر زمان اور مکان میں طبائع کا ایک خاص مذاق اور مقتضا ہوتا ہے اور اسی طرز کے مناسب تعلیم زیادہ نافع ہوتی ہے چونکہ طبائع موجودہ کے اعتبار سے اس مسئلہ کی تحقیق نقلی طور پر آثار وسنن سے کرنے میں نفع زیادہ متوقع پایا اس لئے چند اوراق لکھنے کو جی چاہا۔ کیا عجب ہے کہ کوئی طالب انصاف اپنے اعتساف کو چھوڑ کر طریق وسط پر آجائے اور کاتب اس خیر پر دلالت کرنے کے سبب ورنہ کم از کم اظہار حق کی برکت سے بخشا جائے باقی بحث ومباحثہ ومباحثہ اپنا مسلک نہیں۔ قل کل یعمل علی شاکلتہ فربکم اعلم بمن اھدی سبیلا اور رسالہ ہذا مسمی بہ **اقتصاد فی التقلید والاجتہاد** مشتمل ہے ایک مقدمہ اور سات مقصد اور ایک خاتمہ پر مقدمہ

اور اس میں چند امور پر تنبیہ ہے:

نمبرا۔ مقصود اس رسالہ سے نہ بحث ومباحثہ ہے نہ کسی کا رد وابطال کیونکہ سوال وجواب کا کہیں انتہا نہیں اور اسکات محض کسی کا ممکن نہیں صرف مقصود یہ ہے کہ جو لوگ اس باب میں تردد کی حالت میں ہیں اور کسی جانب کی ترجیح سے خالی الذہن ہیں اُن کو اطمینان وشفا ہو جائے اور جو علمائے ربانی پر یا ان کے پیرووں کو

زبان درازی کرتے ہیں وہ اُن کے حق پر ہونے کے احتمال سے اپنی زبان کو روک لیں؛

نمبر ۲۔ اسی لئے اس کی عبارت و طرز بیان کو اپنی حد امکان تک بہت سلیس اور سہل کیا گیا ہے کہ عوام اور کم علم جو تردد میں زیادہ مبتلا ہیں وہ مستفید ہو سکیں۔ لیکن اگر کوئی مضمون ہی دقیق ہو یا کسی اصطلاحی لفظ کا مختصر اور سہل ترجمہ نہیں ممکن ہو تو معذوری ہے ایسے مقام کو کسی طالب علم سے سمجھ لیا جاوے۔

نمبر ۳۔ اس میں ہر دعوے کو حدیث سے ثابت کیا گیا ہے اور ساتھ ہی کتاب و صفحہ کا حوالہ دیا گیا ہے اور ہر حدیث کا ترجمہ بھی لکھ دیا گیا ہے البتہ کسی حدیث کی توضیح و تائید میں یا کہیں دوسری جانب کسی عالم کے قول سے سند لی گئی تھی تو اُس قول کے جواب میں علماء معتبرین محققین کے اقوال بھی کہیں آگئے ہیں۔

نمبر ۴۔ اگر اثنائے مطالعہ رسالہ میں کوئی شبہ واقع ہو تو اس کو خواہ یاد سے یا لکھ کر محفوظ رکھا جاوے اول تو امید ہے کہ کہیں نہ کہیں رسالہ ہی میں اس کا جواب ہوگا ورنہ دریافت کر کے اطمینان کر لیا جائے؛

نمبر ۵۔ چونکہ مقصود تحریر رسالہ کا اوپر معروض ہو چکا لہٰذا اگر اس پر کوئی سوال وارد کیا جائیگا اگر طرز سوال سے مظنون ہوا کہ رفع تردد مقصود ہے انشاء اللہ جواب دیا جاوے گا ورنہ سکوت اختیار کیا جاوے گا؛

مقصد اول۔ حکم غیر منصوص یا منصوص محتمل وجوہ مختلفہ میں مجتہد کے لئے اجتہاد اور غیر مجتہد کے لئے تقلید جائز ہے اور تقلید کے معنے؛

مقصود دوم۔ اجتہاد سے جس طرح حکم کا استنباط جائز ہے اسی طرح اجتہاد سے حدیث کو معلل سمجھکر مقتضائے علت پر عمل کرنا یا احد الوجوہ پر محمول کرنا یا مطلق کو مقید کر لینا اور ظاہر الفاظ پر عمل نہ کرنا حدیث کی مخالفت یا ترک نہیں اس لئے ایسا اجتہاد بھی جائز اور ایسے اجتہاد کی تقلید بھی جائز ہے!

مقصد سوم جس شخص کو قوت اجتہادیہ حاصل نہ ہو گو وہ حافظ حدیث ہو اس کو اجتہاد کرنے کی اجازت نہیں پس صرف جمع احادیث سے قابل تقلید ہونا ضرور نہیں اور قوت اجتہاد کے معنی۔

مقصد چہارم۔ تقلید شخصی ثابت ہے اور تقلید شخصی کے معنی!

مقصد پنجم۔ اس زمانہ میں تقلید شخصی ضروری ہے اور اس کے ضروری ہونے کے معنی!

مقصد ششم۔ بعض شبہات کثیرۃ العروض کا جواب۔

مقصد ہفتم۔ جس طرح تقلید کا انکار قابل ملامت ہے اسی طرح اس میں غلو و جمود بھی موجب مذمت ہے اور تعیین طریق حق کی۔

خاتمہ بعض مسائل فرقیہ حنفیہ کے دلائل ہیں؛

مقصد اوّل حکم غیر منصوص محتمل وجوہ مختلفہ میں مجتہد کے لئے اجتہاد اور غیر مجتہد کیلئے تقلید جائز ہے۔

حدیث اول عن طارق ان رجلا اجنب فلم یصل فاتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فذکر لہ ذلک فقال اصبت فاجنب اخر فتیمم وصلی فاتاہ فقال نحو ما قال للاخر یعنی اصبت اخرجہ النسائی تیسیر کلکتہ صفحہ ۲۹۳ کتاب الطہارۃ باب سابع ترجمہ طارق سے روایت ہے کہ ایک شخص کو نہانے کی حاجت ہوگئی اُس نے نماز نہیں پڑھی پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوا اور اُس قصہ کا ذکر کیا آپ نے ارشاد فرمایا تو نے ٹھیک کیا پھر ایک دوسرے شخص کو اسی طرح نہانے کی حاجت ہوگئی اُس نے تیمم کرکے نماز پڑھ لی پھر وہ آپ کے حضور میں حاضر ہوا تو آپ نے اُس کو بھی ویسی ہی بات فرمائی جو ایک شخص سے فرما چکے تھے یعنی تو نے ٹھیک کیا روایت کیا اس کو نسائی نے **ف** اس حدیث سے اجتہاد و قیاس کا جواز صاف ظاہر ہے کیونکہ اُن کو اگر نص کی اطلاع ہوتی تو پھر بعد عمل کے سوال کرنے کی ضرورت نہ تھی اس سے معلوم ہوا کہ دونوں نے اپنے اجتہاد و قیاس پر عمل کرکے اطلاع دی اور آپ نے دونوں کی تحسین و تصویب فرمائی اور مسلم ہے کہ حضرت شارع علیہ السلام کی تقریر یعنی کسی امر کو سُن کر رد و انکار نہ فرمانا بالخصوص تصریحاً اُس کی مشروعیت کا اثبات فرمانا دلیل شرعی ہے اس امر کی صحت پر پس ثابت ہوگیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ کے وقت میں صحابہ نے قیاس کیا اور آپ نے اُس کو جائز رکھا پس جواز قیاس میں کچھ شبہ نہ رہا **تنبیہ** دونوں کو یہ فرمانا کہ ٹھیک کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں کو ثواب ملا اور یہ مطلب نہیں کہ اب بعد ظاہر ہو جانے حکم کے بھی ہر ایک کو اختیار ہے چاہے تیمم کرے اور چاہے نہ کرے اور خواہ نماز پڑھے خواہ نہ پڑھے **حدیث دوم** عن عمرو بن العاص قال احتلمت فی لیلۃ باردۃ فی غزوۃ ذات السلاسل فاشفقت ان اغتسلت ان اھلک فتیممت ثم صلیت باصحابی الصبح فذکروا ذلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا عمرو صلیت باصحابک وانت جنب فاخبرتہ بالذی منعنی من الاغتسال وقلت انی سمعت اللہ عزوجل یقول لا تقتلوا انفسکم ان اللہ کان بکم رحیما فضحک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم یقل شیئا اخرجہ ابوداؤد تیسیر کلکتہ صفحہ ۲۹۳ کتاب الطہارۃ باب سابع ترجمہ حضرت عمرو بن العاص سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھکو غزوہ ذات السلاسل کے سفر میں ایک سردی کی رات میں احتلام ہوگیا اور مجھکو اندیشہ ہوا کہ اگر غسل کروں گا تو شاید ہلاک ہو جاؤں گا میں نے تیمم کرکے اپنے ہمراہیوں کو صبح کی نماز پڑھا دی اُن لوگوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں اس قصہ کو ذکر کیا آپ نے فرمایا اے عمرو تم نے جنابت کی حالت میں لوگوں کو نماز پڑھا دی میں نے جو امر کہ مانع نہیں تھا اس کی اطلاع دی اور عرض کیا کہ میں نے حق تعالیٰ کو یہ فرماتے سُنا کہ اپنی جانوں کو قتل مت کرو بیشک حق تعالیٰ تم پر مہربان ہیں پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے اور کچھ نہ فرمایا روایت کیا اس کو ابوداؤد نے **ف** یہ حدیث بھی صراحۃً جواز اجتہاد و قیاس پر دلالت کرتی ہے چنانچہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے دریافت فرمانے پر حضرت عمرو بن العاص نے اپنی وجہ استدلال کی تقریر بھی کر دی اور آپ نے

اس کو جائز رکھا۔ **حدیث سوم** عن ابی سعید ان رجلین تیمما وصلیا ثم وجدا ماء فی الوقت فتوضأ احدھما واعاد لصلٰوۃ ما کان فی الوقت ولم یعد الآخر فأتیا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال للذی لم یعد اصبت السنۃ واجزأتک وقال للآخر انت فلک مثل سھم جمع نسائی مجتبائی صفحہ ۵ ترجمہ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دو شخصوں نے تیمم کرکے نماز پڑھی پھر وقت کے رہتے رہتے پانی مل گیا سو ایک نے تو وضو کرکے نماز لوٹالی اور دوسرے نے نماز نہیں لوٹائی پھر دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا جس شخص نے نماز کا اعادہ نہیں کیا تھا اُس سے آپ نے ارشاد فرمایا کہ تو نے طریق سنت کے موافق کیا اور وہ پہلی نماز تجھکو کافی ہوگئی اور دوسرے شخص سے فرمایا کہ تجھکو پورا حصہ ثواب کا ملا یعنی دونوں نمازوں کا ثواب ملا روایت کیا اس کو نسائی نے **ف** ظاہر ہے کہ ان دونوں صحابیوں نے اس واقعہ میں قیاس پر عمل کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی پر ملامت نہیں فرمائی البتہ ایک کا قیاس سنت کے موافق صحیح نکلا اور دوسرے کا غیر صحیح سو یہ عین مذہب محققین ہے کہ المجتہد یخطی ویصیب یعنی مجتہد کبھی صحیح سمجھتا ہے کبھی خطا مگر آپنے کسی سے یہ نہیں فرمایا کہ تو نے قیاس پر عمل کیوں کیا پس جواز قیاس کا واضح ہوگیا۔ یہ سب احادیث بالاشتراک جواز قیاس پر دلالت کرتی ہیں اور سب سے معلوم ہوتا ہے کہ نص صریح نہ ملنے کے وقت صحابہ باذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجتہاد کرتے تھے

حدیث چہارم عن الاسود بن یزید قال اتانا معاذ بالیمن معلما وامیرا فسألناہ عن رجل توفی وترک ابنۃ واختا فقضی للابنۃ بالنصف وللاخت النصف ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حی اخرجہ البخاری وھذا لفظہ وابوداؤد تیسیر کلکتہ صفحہ ۷۹ کتاب الفرائض فصل ثانی ترجمہ اسود بن یزید سے روایت ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ہمارے یہاں تعلیم کنندہ احکام دین اور حاکم بنکر آئے ہم نے اُن سے یہ مسئلہ پوچھا کہ ایک شخص مرگیا اور اُس نے ایک بیٹی اور ایک بہن وارث چھوڑی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے نصف کا بیٹی کے لئے اور نصف کا بہن کے لئے حکم فرمایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس وقت زندہ تھے۔ روایت کیا اس کو بخاری اور ابوداؤد نے اور یہ الفاظ بخاری کے ہیں **ف** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں تقلید جاری تھی کیونکہ تقلید کہتے ہیں کسی کا قول محض اس حسن ظن پر مان لینا کہ یہ دلیل کے موافق بتلا دیگا اور اُس سے دلیل کی تحقیق نہ کرنا سو قصہ مذکورہ میں گو یہ جواب قیاسی نہیں اور اس وجہ سے ہم نے اس سے جواز قیاس پر استدلال نہیں کیا لیکن سائل نے تو دلیل نہیں دریافت کی اور محض ان کے تدین کے اعتماد پر قبول کرلیا اور یہی تقلید ہے اور یہ حضرت معاذؓ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجے ہوئے ہیں پھر اس جواب کے اتباع پر جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں تھا نہ حضور سے انکار ثابت نہ کسی سے اختلاف اور رد منقول پس اس سے جواز تقلید کا اور حضور کی حیات میں اس کا بلا نکیر شائع ہونا ثابت ہوگیا۔ **حدیث پنجم** عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من افتی بغیر علم کان اثمہ علی من افتاہ الحدیث رواہ ابوداؤد ومشکوٰۃ انصاری صفحہ ۲۸ ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول

اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جس شخص کو بے تحقیق کوئی فتوی دیدے تو اُس کا گناہ اس فتوی دینے والے کو ہوگا روایت کیا اس کو ابوداؤد نے **ف** دیکھیے اگر تقلید جائز نہ ہوتی اور کسی کے فتوے پر بدون معرفت دلیل کے عمل جائز نہ ہوتا تو جو حاصل ہے تقلید کا تو گنہگار ہونے میں مفتی کی کیا تخصیص تھی جیسا سیاق کلام سے مفہوم ہوتا ہے بلکہ جس طرح مفتی کو غلط فتوی بتلانے کا گناہ ہوتا اسی طرح سائل کو دلیل تحقیق نکرنے کا گناہ ہوتا پس جب شارع علیہ السلام نے سائل کو باوجود تحقیق دلیل نہ کرنے کے عاصی نہیں ٹھیرایا تو جواز تقلید یقیناً ثابت ہوگیا آگے صحابہ کا تعامل دیکھیے۔ **حدیث ششم** عن سالم قال سئل ابن عمر عن رجل یکون له الدین علی رجل الی اجل فیضع عنه صاحب الحق لیعجل الدین فکرہ ذلک ونہی عنہ اخرجه مالک تیسیر کلکته صفحہ ۳۳ کتاب البیع باب ربع فروع فی الحیوان **ترجمہ** حضرت سالم سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ کسی شخص کا دوسرے شخص پر کچھ دین میعادی واجب تھا، اور صاحب حق اس میں سے کسی قدر اس شرط سے معاف کرتا ہے کہ وہ قبل از میعاد اس کا دین دیدے آپ نے اس کو ناپسند کیا اور منع فرمایا روایت کیا اس کو مالک نے **ف** چونکہ اس مسئلہ جزئیہ میں کوئی حدیث مرفوع صریح منقول نہیں اس لئے یہ ابن عمر کا قیاس ہے اور چونکہ سائل نے دلیل نہیں پوچھی اس لئے اس کا قبول کرنا تقلید ہے اور حضرت ابن عمرؓ کا دلیل بیان نہ کرنا خود تقلید کو جائز رکھتا ہے پس ابن عمرؓ کے فعل سے قیاس و تقلید دونوں کا جواز ثابت ہوگیا جیسا کہ ظاہر ہے۔ **حدیث ہفتم** عن مالک انه بلغه ان عمر رضی اللہ عنہ سئل عن رجل سلف طعاما علی ان یعطیه ایاہ فی بلد اخر فکرہ ذلک عمر وقال فاین کراء الحمل تیسیر کلکته صفحہ ۳۳ کتاب البیع باب ربع **ترجمہ** امام مالک سے مروی ہے ان کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک شخص کے مقدمہ میں دریافت کیا گیا کہ اُس نے کچھ غلہ اس شرط پر کسی کو قرض دیا کہ وہ شخص اُس کو دوسرے شہر میں ادا کرے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسکو ناپسند کیا اور فرمایا کہ کرایہ باربرداری کا کہاں گیا **ف** چونکہ اس مسئلہ جزئیہ میں بھی کوئی حدیث مرفوع صریح مروی نہیں لہذا یہ جواب قیاس سے تھا اور چونکہ جواب کا ماخذ نہ آپ نے بیان فرمایا نہ سائل نے پوچھا بدون دریافت دلیل کے قبول کر لیا یہ تقلید ہے جیسا کہ اس سے اوپر کی حدیث کے ذیل میں بیان کیا گیا پس دونوں کا جواز حضرت عمرؓ کے فعل سے بھی ثابت ہوگیا۔

حدیث ہشتم عن سلیمان بن یسار ان ابا ایوب الانصاری خرج حاجا حتی اذا کان بالبادیة من طریق مکة اضل رواحله وانه قدم علی عمر بن الخطاب یوم النحر فذکر ذلک له فقال اصنع ما یصنع المعتمر ثم قد حللت فاذا ادرکک الحج قابلا فاحجج واهد ما استیسر من الهدی اخرجه مالک تیسیر کلکته صفحہ ۱۳۱ کتاب الحج باب حادی عشر فصل ثالث **ترجمہ** سلیمان بن یسار سے روایت ہے کہ حضرت ابو ایوب انصاریؓ حج کے لئے نکلے جس وقت مکہ کی راہ میں جنگل میں پہنچے تو اونٹنیاں کھو بیٹھے اور یوم النحر میں جبکہ حج ہو چکا تھا حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور یہ سارا قصہ بیان کیا آپ نے فرمایا جو عمرہ والا کیا کرتا ہے اب تم بھی وہی کرو پھر تمہارا احرام کھل جاویگا پھر جب سال آئندہ حج کا زمانہ آوے تو حج کرو اور جو کچھ میسر ہو قربانی ذبح کرو روایت کیا اسکو مالک نے **ف** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو صحابہ اجتہاد نہ کر سکتے تھے وہ مجتہدین صحابہ کی تقلید کرتے تھے کیونکہ حضرت

ابو ایوب انصاری بھی صحابی ہیں اور انہوں نے حضرت عمرؓ سے دلیل فتوے کی نہیں پوچھی اب تابعین کی روایت تقلید سنئے حدیث نہم عن جابر بن زید و عکرمۃ انھما کانا یکرھان البسر وحدہ ویاخذان ذلک عن ابن عباس اخرجہ ابوداؤد تیسیر کلکتہ ص۲۰ کتاب الشراب باب ثانی فصل رابع ترجمہ جابر بن زید اور عکرمہ سے روایت ہے کہ دونوں صاحبؒ تنہا کچی خرمائے نیم پختہ کو ناپسند کرتے تھے اور اس فتوے کو حضرت ابن عباسؓ سے اخذ کرتے تھے **ف** صرف ابن عباسؓ کے قول سے احتجاج کرنا تقلید ہے **حدیث دہم** عن عبید بن ابی صالح قال بعت برا من اھل دار نخلۃ الی اجل فاردت الخروج الی الکوفۃ فعرضوا علی ان اضع لھم وینقدونی فسالت زید بن ثابت فقال لا امرک ان تفعلہ ولا ان تاکل ھذا ولا توکلہ اخرجہ مالک تیسیر کلکتہ ص۳۳ کتاب البیع باب رابع فروع فی الحیوان ترجمہ عبید بن ابو صالح سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے دار نخلہ والوں کے ہاتھ کچھ گیہوں فروخت کئے اور داموں کیلئے ایک میعاد دیدی پھر میں نے کوفہ جانا چاہا تو اُن لوگوں نے مجھ سے اس بات کی درخواست کی کہ میں ان کو کچھ دام چھوڑ دوں اور وہ لوگ مجھ کو نقد گن دیں میں نے حضرت زید بن ثابتؓ سے سوال کیا انہوں نے فرمایا کہ نہ میں اس فعل کی تم کو اجازت دیتا ہوں اور نہ اس کے کھانے کی اور نہ اسکے کھلانے کی روایت کیا اس کو مالک نے **ف** اس واقعہ میں بھی حضرت عبید بن ابی صالح نے حضرت زید بن ثابتؓ سے مسئلہ کی دلیل نہیں پوچھی یہی تقلید ہے اور صحابہ اور تابعین سے اس قسم کے آثار اسی طرح خود جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں روایات استفتاء و افتاء بلا نقل دلیل کے باہم صحابہ میں یا تابعین و صحابہ میں اس کثرت سے منقول ہیں کہ حصر اُن کا دشوار ہے اور کتب حدیث دیکھنے والوں پر مخفی نہیں۔

مقصد دوم اجتہاد سے جس طرح حکم کا استنباط جائز ہے اسی طرح اجتہاد سے حدیث کو معلل سمجھ کر مقتضائے علت پر عمل کرنا جس کا حاصل احکام وضعیہ کے تعیین ہے مثل احکام تکلیفیہ کے یا احد الوجوہ پر محمول کرنا یا مطلق کو مقید کر لینا اور ظاہر الفاظ پر عمل نہ کرنا حدیث کی مخالفت یا ترک نہیں اسلئے ایسا اجتہاد بھی جائز اور ایسے اجتہاد کی تقلید بھی تقلید جائز ہے **حدیث اوّل** عن ابن عمر قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الاحزاب لا یصلین احد العصر الا فی بنی قریظۃ فادرک بعضھم العصر فی الطریق فقال بعضھم لا نصلی حتی ناتیھا وقال بعضھم بل نصلی لم یرد منا ذلک فذکر ذلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فلم یعنف واحدا منھم بخاری جلد ثانی مصطفائی ص۵۹۱ ترجمہ بخاری میں ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یوم الاحزاب میں صحابہ سے فرمایا کہ عصر کی نماز بنی قریظہ میں پہنچ سے ادھر کوئی نہ پڑھے اور بعض صحابہ کو راہ میں عصر کا وقت آگیا تو باہم رائے مختلف ہوئی بعض نے تو کہا ہم نماز نہ پڑھیں گے جبتک ہم اس جگہ نہ پہنچ جاویں اور بعض نے کہا کہ نہیں ہم تو نماز پڑھیں گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مطلب نہیں بلکہ مقصود تاکید ہے جلدی پہنچنے کی کہ ایسی کوشش کرو کہ عصر سے قبل وہاں پہنچ جاؤ، پھر یہ قصہ آپ کے حضور میں ذکر کیا گیا آپ نے کسی پر بھی ملامت و سزائیں نہیں فرمائی **ف** اس واقعہ میں بعض نے قوۃ اجتہادیہ سے اصلی غرض سمجھکر جو کہ احد الوجہین

المتعلمین ہی نماز پڑھ لی مگر آپ نے اُن پر یہ ملامت نہیں فرمائی کہ تم نے ظاہر لفظوں کے خلاف کیوں عمل کیا اور اُن کو بھی عمل بالحدیث کا تارک نہیں قرار دیا۔ **حدیث دوم** عن انس ان رجلا کان یتہم بام ولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لعلی اذہب فاضرب عنقہ فاتاہ فاذا ہو فی رکی یتبرد فقال اخرج فناولہ یدہ فاخرجہ فاذا ہو مجبوب لیس لہ ذکر فکف عنہ واخبر بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فحسن فعلہ زاد فی روایۃ وقال الشاہد یری ما لا یری الغائب اخرجہ مسلم۔ تیسیر کلکتہ ص ۱۴۳ کتاب الحدود باب ثانی ترجمہ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص ایک لونڈی ام ولد سے متہم تھا آپ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ جاؤ اس کی گردن مارو۔ حضرت علیؓ اسکے پاس تشریف لائے تو اسکو دیکھا کہ ایک کنوئیں میں اترا ہوا بدن ٹھنڈا کر رہا ہے آپ نے فرمایا باہر نکل اُس نے اپنا ہاتھ دیدیا آپ نے اُسکو نکالا تو وہ مقطوع الذکر نظر پڑا آپ اسکی سزا سے رُک گئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خبر دی آپ نے اُن کے فعل کو مستحسن فرمایا اور ایک روایت میں اتنا اور ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ پاس والا ایسی بات دیکھ سکتا ہے جو دور والا نہیں دیکھتا روایت کیا اسکو مسلم نے **ف** اس واقعہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا خاص اور صاف حکم موجود تھا مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اُسکو معلل بعلت سمجھا اور چونکہ اس علت کا وجود نہ پایا اس لئے سزا نہیں دی اور حضور نے اسکو جائز رکھا بلکہ پسند فرمایا حالانکہ یہ عمل ظاہر اطلاق حدیث کے خلاف تھا اس سے معلوم ہوا کہ حدیث کی لم اور علت سمجھکر اُس کے موافق عمل کرنا گو بظاہر الفاظ سے بعید معلوم ہو عمل بالحدیث کے خلاف نہیں **حدیث دوم** عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومعاذ ردیفہ علی الرحل قال یا معاذ قال لبیک یا رسول اللہ وسعدیک وقال فی الثالثۃ ما من احد یشہد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ صدقا من قلبہ الا حرمہ اللہ علی النار قال یا رسول اللہ فلا اخبر بہ الناس فیستبشروا قال اذا یتکلوا فاخبر بہا معاذ عند موتہ تاثما متفق علیہ مشکوۃ انصاری باختصار صفحہ ۱۲ ترجمہ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ایک سواری پر سوار تھے آپ نے تین بار پکارنے اور ان کے ہر بار میں جواب دینے کے بعد یہ فرمایا کہ جو شخص صدق دل سے شہادتین کا مقر ہو گا اسکو اللہ تعالی دوزخ پر حرام فرما دیں گے انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ لوگوں سے کہدوں کہ خوش ہوں گے آپ نے فرمایا نہیں کیونکہ بھروسہ کر بیٹھیں گے سو حضرت معاذؓ نے انتقال کے وقت خوف گناہ سے کہ دین کا چھپانا حرام ہے خبر دی روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے **ف** دیکھئے یہ حدیث لفظ کے اعتبار سے نہی عن الاخبار میں صریح اور مطلق ہے مگر حضرت معاذؓ نے قوۃ اجتہادیہ سے اول بامر مشورہ ومقید بزمان احتمال اتکال سمجھا اسلئے آخر عمر میں اس حدیث کو ظاہر کر دیا اس سے معلوم ہوا کہ صحابہؓ نصوص کیساتھ ایسا معاملہ کرتے تھے گو مذموم نہ جانتے تھے ورنہ ایسے واقعات میں ظاہر یہ تھا کہ ان احکام کو مقصود بالذات سمجھکر علت وقید سے بحث نہ کرتے اور ان نصوص جزئیہ کی وجہ سے اپنے دوسرے

دلائل متعارضہ عامہ سے مخصوص جان لیتے۔ **حدیث چہارم** عن ابی عبد الرحمن السلمی قال خطب علی فقال فیہ
فان امۃ للنبی صلی اللہ علیہ وسلم زنت فامرنی ان اجلدھا فاتیتھا فاذا ھی حدیثۃ عھد بنفاس فخشیت ان اجلدتھا
قتلتھا فذکرت ذلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال احسنت اترکھا حتی تماثل اخرجہ مسلم وابو داؤد والترمذی تیسیر کلکتہ ۱۳۴
کتاب الحدود باب ثانی ترجمہ ابو عبد الرحمن سلمی سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے خطبہ پڑھا اور اسمیں یہ بھی ہے کہ آپنے
یہ فرمایا کہ ایک لونڈی نے بدکاری کی تھی مجھکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ اسکے دُرّے لگاؤں میں جو اسکے پاس آیا
تو معلوم ہوا کہ قریب ہی بچہ پیدا ہوا ہے مجکو اندیشہ ہوا کہ اُس کے دُرّے مارونگا تو مرہی جائیگی پھر میں نے حضور پُرنور صلی اللہ
علیہ وسلم کی خدمت میں اس کا ذکر کیا آپنے فرمایا بہت اچھا کیا ابھی اسکو چھوڑ دو یہانتک کہ تن درست ہوجائے روایت
کیا اسکو مسلم وابو داؤد وترمذی نے **ف** باوجودیکہ حدیث میں کوئی قید نہ تھی مگر حضرت علیؓ نے دوسری دلائل کلیہ
پر نظر کرکے قوت اجتہادیہ سے اس کو مقید بقید قدرت تحمل سمجھا۔ اور اسی پر عمل کیا اور حضور نے ان کی تحسین
فرمائی۔ اسی کی نظیر ہے تارکین قرأۃ خلف الامام کا مقید سمجھنا حدیث لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب کو حالت انفراد
مصلی کے ساتھ بقرینہ دوسری احادیث کے جس کی تصریح سفیان سے بحوالہ ابو داؤد خاتمہ میں آوے گی۔ پس ان
لوگوں کو بھی تارک حدیث مذکور کا کہنا صحیح نہ ہوگا۔ **حدیث پنجم** عن سعد بن عبادۃ انہ قال یا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ارأیت رجلا وجد مع امراتہ رجلا ایقتلہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا قال سعد
بلی والذی اکرمک بالحق ان کنت لاعاجلہ بالسیف قبل ذلک فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسمعوا
الی ما یقول سیدکم رواہ مسلم وابو داؤد تیسیر کلکتہ ص ۱۳۵ کتاب الحدود باب ثانی ترجمہ حضرت سعد بن عبادہ سے
روایت ہے کہ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیے تو اگر کوئی شخص اپنی بی بی کے ساتھ کسی مرد کو دیکھے
کیا وہ اس کو قتل کرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں سعدؓ بولے کیوں نہ قتل کرے قسم ہے اُس ذات
پاک کی جس نے آپ کو دین حق لانے کے ساتھ مشرف فرمایا ہے میں تو پہلی تلوار سے فوراً اسکا کام تمام کردوں۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین سے فرمایا سنو! تمہارے سردار کیا کہتے ہیں روایت کیا اس کو مسلم اور ابو داؤد نے
ف ظاہر بینوں کو تو بالکل یہ یقین ہوسکتا ہے کہ ان صحابی نے نعوذ باللہ حدیث کو رد کردیا مگر حاشا وکلا ورنہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو زجر فرماتے نہ یہ کہ اور اُلٹی ان کی تعریف فرماویں اور تعظیمی لفظ سید سے اُن کو مشرف فرماویں
کیونکہ دوسری حدیث میں منافق کو سید کہنے سے ممانعت آئی ہے (مشکوٰۃ انصاری جلد ثانی ص ۱۰۷) اور دعویٰ اسلام
کے ساتھ حدیث کو رد کرنے والے کے منافق ہونے میں کیا شبہ ہے۔ تو آپ اُن کو سید کیوں فرماتے اس سے معلوم
ہوا کہ وہ حضور کے اس ارشاد کا (کہ قتل نہ کرے) یہ مطلب سمجھے کہ اگر قصاص سے بچنا چاہے تو قتل نہ کرے بلکہ گواہ لاوے نہ یہ کہ
قتل جائز نہیں پس اُن کی عرض کا مطلب یہ تھا کہ گو میں قصاص میں مارا جاؤں کیونکہ عند الحاکم میرے دعوے

پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ لیکن اس کی کچھ پرواہ نہیں میں اس کو ہرگز نہ چھوڑوں گا کیونکہ اس حالت میں قتل تو فی نفسہ جائز ہی ہے۔ پس یہ حدیث کا رد و انکار نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ مجتہد اگر اپنی قوت اجتہادیہ سے کسی حدیث کی مدلول ظاہری کے خلاف کوئی معنی دقیق سمجھ جاوے تو اُس پر عمل جائز ہے اور اس کو ترک حدیث نہ کہیں گے

حدیث ششم عن ابن عباسؓ قال لیس التحصیب بشئی انما ھو منزل نزلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخرجہ الشیخین والترمذی تیسیر کلکتہ ص۱۳۱ کتاب الحج باب ثانی عشر **ترجمہ** حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حاجی کا محصب میں اُترنا کچھ بھی نہیں وہ صرف ایک منزل تھی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس میں ٹھیر گئے تھے روایت کیا اس کو بخاری و مسلم و ترمذی نے **ف** ایک فعل جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر ہوا جو ظاہرا دلیل ہے سنت ہونے کی چنانچہ ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ اسی بنا پر اس کو سنّت کہتے بھی ہیں۔ اُس کی نسبت ایک جلیل القدر صحابی محض اپنی قوت اجتہادیہ سے فرماتے ہیں کہ یہ فعل سنت نہیں اتفاقاً وہاں ٹھیر گئے تھے اس سے معلوم ہوا کہ ایسے اجتہاد کو صحابہ مقابلہ حدیث کا نہ سمجھتے تھے اسی کی نظیر ہے حنفیہ کا یہ قول کہ صلوٰۃ جنازہ میں جو فاتحہ پڑھنا منقول ہے یہ سنّت مقصودہ نہیں اتفاقاً بطور ثنا و دعا کے پڑھ دی تھی یا ان کا یہ قول کہ جنازہ کی وسط کے محاذاۃ میں کھڑا ہونا قصداً نہ تھا بلکہ اتفاقاً اور کسی مصلحت سے تھا تو یہ حضرات بھی قابل ملامت نہیں ہیں؛

حدیث ہفتم عن عبد اللہ بن ابی بکر بن عمرو بن حزم ان اسماء بنت عمیس امراۃ ابی بکر غسلت ابا بکر حین توفی ثم خرجت فسألت من حضرھا من المھاجرین فقالت انی صائمۃ وان ھذا الیوم شدید البرد فھل علی من غسل فقالوا لا اخرجہ مالک تیسیر کلکتہ ص۲۹۸ کتاب الطہارۃ باب ثامن فصل رابع **ترجمہ** عبد اللہ سے روایت ہے کہ اسماء بنت عمیس زوجہ ابو بکرؓ نے ابو بکر کو بعد وفات کے غسل دیا پس باہر آکر اُس وقت جو مہاجرین موجود تھے اُن سے پوچھا کہ روزہ ہے اور آج دن بھی بہت سردی کا ہے کیا میرے ذمہ غسل واجب ہے انہوں نے فرمایا کہ واجب نہیں روایت کیا اس کو مالک نے **ف** دیکھئے حدیث میں مُردہ کو غسل دیکر غسل کرنے کا حکم بصیغہ امر فلیغتسل آیا ہے (تیسیر کلکتہ ص۲۹۸) جو ظاہر وجوب کے لئے ہے مگر مہاجرین صحابہ نے قوۃ اجتہاد سے اس کو استحباب پر محمول فرمایا۔ ورنہ وجوب کی صورت میں معذور ہونے کے وقت اس کا بدل یعنی تیمم واجب کیا جاتا حالانکہ اس کا بھی امر نہیں کیا اور اس حمل کو حدیث کی مخالفت نہیں سمجھا اسی کی نظیر ہے حنفیہ کا یہ قول کہ امر فلیقاتل حدیث مرور بین یدی المصلی میں وجوب کیلئے نہیں بلکہ زجر و سیاست پر محمول ہے اسی طرح یہ بھی حدیث کی مخالفت نہیں اور اس قسم کی روایات بکثرت کتب حدیث میں موجود ہیں **مقصد سوم** جس شخص کو قوت اجتہادیہ حاصل ہو اس کو اجتہاد کرنے کی اجازت نہیں اور ممکن ہے کہ ایک شخص حافظ حدیث ہو اور مجتہد نہ ہو اسلئے صرف جمع روایات سے قابل تقلید ہونا ضروری نہیں اور قوۃ اجتہادیہ

کے معنی **حدیث اوّل** عن ابن عباس قال اصاب رجلا جرح علی عھد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ثم احتلم فامر بالاغتسال فاغتسل فمات فبلغ ذلک النبی صلے اللّٰہ علیہ وسلم فقال قتلوہ قتلھم اللّٰہ تعالیٰ الم یکن شفاء العی السوال انما کان یکفیہ ان یتیمم وان یعصب علی جرحہ خرقۃ ثم یمسح علیھما ویغسل سائر جسدہ ابوداؤ تیسیر کلکتہ صـ۲۹۲ کتاب الطہارۃ باب رابع **ترجمہ** حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں ایک شخص کے کہیں زخم لگ گیا پھر اسکو احتلام ہوگیا ساتھیوں نے اسکو غسل کیلئے حکم کیا اس نے غسل کیا اور مرگیا یہ خبر حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو پہنچی آپنے ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں نے اسکو قتل کیا خدا ان کو قتل کریں کیا ناواقفیہ کا علاج یہ نہ تھا کہ جو کتے اسکو تو اس قدر کافی تھا کہ تیمم کرلیتا اور اپنے زخم پر پٹی باندھ لیتا پھر اس پر مسح کرلیتا اور باقی بدن دھولیتا روایت کیا اسکو ابوداؤد نے **ف** ان ہمراہیوں نے اپنی رائے سے آیۃ قرآنیہ وان کنتم جنبا فاطھروا کو معذور وغیر معذور کے حق میں اور آیۃ وان کنتم مرضی الخ حدیث اصغر کے ساتھ خاص سمجھکر یہ فتویٰ دیدیا۔ رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم اس فتوے پر ردوانکار فرمانا اس وجہ سے تو نہیں سکتا کہ اجتہاد وقیاس حجت شرعیہ نہیں اس کا حجت او معتبر ہونا اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُس کو جائز رکھنا مقصد اول میں ثابت ہوچکا ہے پس معلوم ہوا کہ یہ فتویٰ دینے والے اجتہاد کی صلاحیت وقوت نہ رکھتے تھے اس لئے ان کے لئے فتویٰ قیاس سے دینا جائز نہیں رکھا گیا **حدیث دوم** عن عدی بن حاتم اخذ عقالا ابیض وعقالا اسود حتی کان بعد اللیل نظر فلم یستبینہ لہ فلما اصبح قال لرسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم جعلت تحت وسادتی خیطا الابیض وخیطا الاسود قال ان وسادتک لعریض ان کان الخیط الابیض والخیط الاسود تحت وسادتک اخرجہ الخمسۃ تیسیر کلکتہ باختصار صـ۴۲ کتاب التفسیر سورۃ البقرۃ **ترجمہ** حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب یہ آیۃ نازل ہوئی (کلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود) تو انہوں نے ایک ڈورا سفید اور ایک ڈورا سیاہ لیکر رکھ لیا اور رات کے کسی حصہ میں جو اُس کو دیکھا تو وہ ڈورے تمیز نہ ہوئے جب صبح ہوئی تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں نے اپنے تکیہ کے نیچے ایک ڈورا سفید اور ایک ڈورا سیاہ رکھا آپنے فرمایا تمہارا تکیہ بہت ہی چوڑا ہے اگر سفید اور سیاہ ڈورے (جن سے مراد دن اور رات ہے) تمہارے تکیہ کے نیچے آگئے۔ **ف** باوجودیکہ یہ صحابی اہل زبان تھے مگر بوجہ قوت اجتہادیہ نہ ہونے کے فہم مراد قرآنی میں غلطی کی کیونکہ ان کی غلطی پہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بعنوان مزاح انکار فرمایا اور مقصد اول میں اجتہاد پر انکار فرمایا۔ گو وہ خطا ہی کیوں نہ ہو۔ گذرچکا اس سے معلوم ہوا کہ ان میں قوت اجتہادیہ نہ تھی اسلئے آپنے اُنکی رائے وفہم کو معتبر نہیں فرمایا۔ **حدیث سوم** عن عطاء بن یسار قال سال رجل بن عمرو بن العاص عن رجل طلق امرأتہ ثلثا

قبل ان یمسہا فقال عطا فقلت انما طلاق البکر واحدۃ فقال لی عبد اللہ انما انت قاص الواحدۃ
فقال لی عبد اللہ انما انت قاص الواحدۃ تبینہا والثلث تحرمہا حتی تنکح زوجا غیرہ اخرجہ مالک
تیسیر کلکتہ صفحہ ۱۳۳ کتاب الطلاق فصل ثانی ترجمہ عطا بن یسار سے روایت ہو کہ ایک شخص نے حضرت
عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے مسئلہ پوچھا کہ کسی شخص نے اپنی بی بی کو قبل صحبت تین طلاق دیں عطار
رحمۃ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ باکرہ کو ایک ہی طلاق پڑتی ہے حضرت عبد اللہ بولے کہ تم تو نرے واعظ آدمی ہو
(یعنی فتویٰ دینا کیا جانو) ایک طلاق سے تو وہ بائن ہو جاتی ہے اور تین طلاق سے حلالہ کرنے تک حرام ہو جاتی
ہے روایت کیا اس کو مالک نے **ف** حضرت عطار کے فتوے کو باوجود ان کے اتنے بڑے محدث و عالم ہونے کے
حضرت عبد اللہ نے محض ان کی قوۃ اجتہادیہ کی کمی سے معتبر و معتدبہ نہیں سمجھا اور انما انت قاص سے انکے مجتہد
نہ ہونے کی طرف اشارہ فرمادیا جس کا حاصل یہ ہو کہ نقل روایت اور بات ہے اور افتاء و اجتہاد اور بات ہے آگے
اُس کی دلیل سنئے کہ باوجود حافظ حدیث ہونے کے مجتہد نہ ہونا ممکن ہے، **حدیث پنجم** عن ابن مسعودؓ قال
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نضر اللہ عبدا سمع مقالتی فحفظہا ووعاہا واداہا فرب حامل فقہ
غیر فقیہ ورب حامل فقہ الی من ہو افقہ منہ الحدیث رواہ الشافعی والبیہقی فی المدخل ورواہ احمد
والترمذی وابوداؤد وابن ماجہ والدارمی عن زید بن ثابت مشکوٰۃ انصاری صفحہ ۲۷ **ترجمہ** حضرت ابن مسعودؓ
رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تروتازہ فرماویں اللہ تعالیٰ اس بندہ کو جو میری
حدیث سنے اور اس کو یاد کرے اور یاد رکھے اور دوسرے کو پہنچا دے کیونکہ بعضے پہنچانے والے علم کے خود فہیم نہیں ہوتے
اور بعضے ایسوں کو پہنچاتے ہیں جو اس پہنچانے والے سے زیادہ فہیم ہوتے ہیں روایت کیا اس کو شافعی نے
اور بیہقی نے مدخل میں اور روایت کیا اس کو احمد نے اور ترمذی اور ابوداؤد اور ابن ماجہ اور دارمی نے حضرت زید
بن ثابتؓ سے **ف** اس حدیث میں صاف تصریح ہے کہ بعضے محدث حافظ الحدیث صاحب فہم نہیں ہوتے یا قلیل الفہم
ہوتے ہیں آگے وہ حدیثیں سنئے جن سے قوت اجتہادیہ کی حقیقت منکشف ہو جاتی ہے۔ **حدیث اول** عن ابن
مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انزل القرآن علی سبعۃ احرف لکل اٰیۃ منہا ظہر وبطن و
لکل حد مطلع رواہ فی شرح السنۃ مشکوٰۃ انصاری صفحہ ۲۷ **ترجمہ** حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قرآن سات حرفوں پر نازل کیا گیا ہے ہر آیت کا ایک ظاہر ہے
ایک باطن اور ہر حد کے لئے طریقہ اطلاع جداگانہ ہے (یعنی مدلول ظاہری کے لئے علوم عربیہ اور مدلول خفی
کے لئے قوت فہمیہ) روایت کیا ہے اس کو شرح السنۃ میں، **حدیث دوم** عن عروۃ بن الزبیر قال سألت
عائشۃ عن قولہ تعالیٰ ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیہ ان

یطوف بهما قلت فواللہ ما علی احد جناح ان لا یطوف بالصفا والمروۃ فقالت بئس ما قلت یا ابن اختی ان ھذہ لو کانت علی ما اولتہا کانت لا جناح علیہ ان لا یطوف بهما وفی ھذا الحدیث قال الزہری فاخبرت ابا بکر بن عبد الرحمن فقال ان ھذا العلم ما کنت سمعتہ اخرجہ الستۃ تیسیر کلکتہ صفحہ ۴۱ کتاب التفسیر سورۃ البقرہ ترجمہ عروہ بن زبیر سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہ رضی سے اس آیت کی متعلق دریافت کیا ان الصفا والمروۃ الخ اور میں نے کہا کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص صفا اور مروہ کا طواف نہ کرے تو اس کو گناہ نہوگا (جیسا ظاہر ترجمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ گناہ نہیں ہے جو طواف کرے متبادر الی الذہن اس سے یہی ہے کہ طواف مباح ہے اور اگر نہ کرے تو بھی جائز ہے) حضرت عائشہ رضی نے کہا کہ اے بھانجے تم نے بڑی غلط بات کہی اگر یہ آیت اس معنی کو مفید ہوتی جو تم سمجھے ہو تو عبارت یوں ہوتی لا جناح علیہ ان لا یطوف بهما یعنی طواف نہ کرنے میں گناہ نہیں زہری کہتے ہیں کہ میں نے ابوبکر بن عبد الرحمن کو اسکی خبر دی انہوں نے کہا کہ یہ علم میں نے نہ سنا تھا روایت کیا اسکو امام مالک اور بخاری اور مسلم اور ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی نے حدیث سوم عن ابن مسعود فی فضل الصحابۃ کانوا افضل ھذہ الامۃ ابرھا قلوبا واعمقہا علما واقلہا تکلفا الحدیث. رواہ رزین مشکوۃ انصاری ص۲۲ ترجمہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحابہ رضی کی فضیلت میں روایت ہے کہ وہ حضرات تمامی امت سے افضل تھے سب سے زیادہ انکے قلوب پاک تھے سب سے زیادہ انکا علم عمیق تھا سب سے کم انکا تکلف تھا روایت کیا اسکو رزین نے حدیث چہارم عن ابی جحیفۃ قال قلت لعلی یا امیر المؤمنین ھل عندکم من سوداء فی بیضاء لیس فی کتاب اللہ عز وجل قال لا والذی فلق الحبۃ وبرأ النسمۃ ما علمتہ الا فہما یعطیہ اللہ رجلا فی القرآن اخرجہ البخاری والترمذی والنسائی تیسیر کلکتہ صفحہ ۳۰۴ کتاب القصاص فصل قتل المسلم بالکافر ترجمہ ابی جحیفہ رضی سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علی رضی سے پوچھا کہ آپکے پاس کچھ ایسے مضامین لکھے ہوئے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہیں انہوں نے فرمایا قسم اُس ذات کی جس نے دانہ کو شگاف دیا اور جان کو پیدا کیا ہمارے پاس کوئی علم ایسا نہیں لیکن فہم خاص ضرور ہے جس کو اللہ تعالیٰ قرآن میں کسی کو عطا فرماویں روایت کیا اسکو بخاری اور ترمذی اور نسائی نے؛ حدیث پنجم عن زید بن ثابت قال ارسل الی ابوبکر مقتل اہل الیمامۃ فاذا عمر جالس عندہ فقال ابوبکر ان عمر جاءنی فقال ان القتل قد استحر یوم الیمامۃ بقراء القرآن وانی اخشی ان یستحر القتل بالقراء فی کل المواطن فیذھب من القرآن کثیر وانی اری ان تامر بجمع القرآن فقلت وکیف افعل ما لم یفعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال عمر ھو واللہ خیر فلم یزل یراجعنی فی ذلک حتی شرح اللہ صدری للذی شرح لہ صدر عمر ورایت فی ذلک الذی رای الحدیث اخرجہ البخاری والترمذی تیسیر کلکتہ صفحہ ۸۰ کتاب تالیف القرآن؛

ترجمہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ زمانہ جنگ اہل یمامہ میں حضرت ابوبکر نے میرے بلانے کے لئے آدمی بھیجا وہاں جا کر دیکھتا ہوں کہ حضرت عمرؓ بھی بیٹھے ہیں حضرت ابوبکرؓ نے قصہ بیان کیا کہ حضرت عمرؓ میرے پاس آکر یہ صلاح دی کہ واقعہ یمامہ میں بہت سے قرا قرآن کے کام آئے مجھکو اندیشہ ہے کہ اگر اسی طرح سب جگہ یہ لوگ کام آتے رہے تو قرآن کا بڑا حصہ ضائع ہو جائیگا اسلئے میری رائے یہ ہے کہ آپ قرآن جمع کرنے کا امر فرماویں میں نے حضرت عمر کو جواب دیا کہ جو کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں کیا وہ میں کس طرح کروں حضرت عمرؓ نے کہا کہ واللہ یہ کام خیر محض ہے پس برابر بار بار اسی کو کہتے رہے حتی کہ جس باب میں ان کو شرح صدر اور اطمینان تھا مجکو بھی شرح صدر ہوگیا روایت کیا اس کو بخاری اور ترمذی نے **ف** مجموعہ احادیث مذکورہ پنجگانہ سے چند امور معلوم ہوئے اوّل یہ کہ نصوص کے بعض معانی ظاہر ہیں اور بعض مدلولات خفی و دقیق کہ وہ اسرار و علل و حکم ہیں چنانچہ قرآن کے باب میں حدیث اول اس پر صراحۃً دال ہے اور اس میں ان ہی مدلولات کو بطن قرآن فرمایا گیا ہے اور حدیث کے باب میں اس حدیث سے اوپر والی حدیث کہ وہ بھی ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے دلالت کرتی ہے کیونکہ صرف معانی ظاہرہ کے اعتبار سے شاگرد کے استاد سے افضل و افقہ ہونے کے کوئی معنی نہیں اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں درجے مدلول کے حدیث میں بھی ہیں **دوسرا امر** یہ کہ نصوص کے سمجھنے میں لوگوں کی افہام متفاوت ہوتے ہیں. کوئی ظہر نص تک رہ جاتے ہیں کوئی بطن نص تک پہنچ جاتا ہے چنانچہ حدیث دوم اس پر دال ہے کہ آیت میں جو نکتہ دقیقہ ہے باوجودیکہ زیادہ خفی نہیں ہے. مگر حضرت عروہ اسکو نہ سمجھ سکے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کو سمجھ گئیں اور چونکہ نہایت لطیف بات تھی زہری سے ابوبکر بن عبدالرحمن نے سنکر اس پر مسرت ظاہر کی اور اس کو علم کہا **تیسرا امر** یہ کہ اس تفاوت افہام میں ہر درجہ زیادت فہم کا موجب فضل و شرف نہیں ورنہ اس سے تو کوئی دو شخص بھی باہم خالی نہیں بلکہ کوئی خاص درجہ ہے جو کہ اپنے دقیق و عمیق ہونے سے موجب فضل و شرف ہے اور اس درجہ میں اس کو علم معتد بہ سمجھا جاتا ہے چنانچہ حدیث سوم اس پر صراحۃً دال ہے؛ **چوتھا امر** یہ کہ وہ درجہ خاص فہم کا مکتسب نہیں ہے محض ایک امر وہبی ہے چنانچہ حدیث چہارم میں یعطیہ اللہ کہنا اس پر دلالت کرتا ہے البتہ اس کے اعتبار کے لئے رافع تردد و مورث طمانیت قلب ہو جاتا ہے چنانچہ حدیث پنجم اس پر دال ہے کہ اول حضرت ابوبکر کو بوجہ ظاہر احادیث ذم بدعت کے اس کے خیر ہونے میں تردد ہوا مگر جب ان کے قلب پر مدلول خفی اور سر حکم اجتناب عن البدعۃ وارد ہوئے تو اس کا کلیۂ حفظ دین مامور بہ میں داخل ہونا منکشف ہو کر اس کے خارج عن البدعۃ ہونے میں اطمینان حاصل ہوگیا اور بعض احادیث مذکورہ امور خمسہ میں سے متعدد امور بھی دال ہیں چنانچہ تامل سے معلوم ہو سکتا ہے مگر اختصار کے لئے زیادت خصوصیت کی لحاظ سے ایک ایک کو ایک ایک کا مدلول ٹھیرا دیا گیا سو مراد قوۃ اجتہادیہ سے یہی فہم مذکور فی الحدیث کا وہ درجہ خاص ہے؛

پس حاصل اس کی حقیقت کا احادیث بالا سے یہ مستفاد ہوا کہ وہ ایک ملکہ و قوۃ فہمیہ علمیہ خاصہ وہبیہ ہے جس کے استعمال کی وساطت سے اہل اس قوۃ کی نصوص کے مدلولات خفیہ و معانی دقیقہ اور احکام کے اسرار و علل یعنی احکام تکلیفیہ و احکام وضعیہ پر مطلع ہو کر اس پر مطمئن ہو جاتے ہیں اور دوسروں کی وہاں تک رسائی بھی نہیں ہوتی گو دوسرے وقت یہی اطمینان دوسرے شق میں ہو جاوے۔ اس وقت پہلے شق سے رجوع کر لیتے ہیں اور یہی قوت ہے جس کو فہم اور فقہ اور رائے و اجتہاد و استنباط و شرح صدر وغیرہا عنوانات سے آیات و احادیث میں جا بجا تعبیر کیا گیا ہے **مقصد چہارم** تقلید شخصی ثابت ہے اور اسکے معنی **حدیث اول** عن حذیفۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی لا ادری ما قدر بقائی فیکم فاقتدوا بالذین من بعدی واشار الی ابی بکر و عمر الحدیث اخرجہ الترمذی تیسیر کلکتہ صفحہ ۴۲۹ کتاب الفضائل باب ثالث **ترجمہ** حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھکو معلوم نہیں کہ تم لوگوں میں کب تک (زندہ) رہوں گا سو تم لوگ ان دونوں شخصوں کا اقتدا کیا کرنا جو میرے بعد ہوں گے اور اشارہ سے ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو بتلایا روایت کیا اس کو ترمذی نے **ف** من بعدی سے مراد ان صاحبوں کی حالت خلافت ہے کیونکہ بلا خلافت تو دونوں صاحب آپکے روبرو بھی موجود تھے پس مطلب یہ ہوا کہ ان کے خلیفہ ہونے کی حالت میں ان کا اتباع کیجو اور ظاہر ہے کہ خلیفہ ایک ایک ہوں گے پس حاصل یہ ہوا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں تو ان کا اتباع کیا کیجو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اُن کا اتباع کیجو۔ پس ایک زمانہ خاص تک ایک معین شخص کے اتباع کا حکم فرمایا اور یہ کہیں نہیں فرمایا کہ ان سے احکام کی دلیل بھی دریافت کر لیا کرنا اور نہ یہ عادت مستمرہ تھی کہ دلیل کی تحقیق ہر مسئلہ میں کی جاتی ہو اور یہی تقلید شخصی ہے کیونکہ حقیقت تقلید شخصی کی یہ ہے کہ ایک شخص کو جو مسئلہ پیش آوے وہ کسی مرجح کی وجہ سے ایک ہی عالم سے رجوع کیا کرے اور اس سے تحقیق کر کے عمل کیا کرے اور اس مقام میں اسکے وجوب سے بحث نہیں وہ آگے مذکور ہے صرف اُس کا جواز اور مشروعیۃ اور موافقت سنت ثابت کرنا مقصود ہے سو وہ حدیث قولی سے جو ابھی مذکور ہوئی بفضلہ تعالیٰ ثابت ہے گو ایک معین زمانہ کے لئے ہی **حدیث دوم** عن الاسود بن یزید الخ الحدیث **ف** یہ وہ حدیث ہے جو مقصد اول میں بعنوان حدیث چہارم معہ ترجمہ کے گذر چکی ہے ملاحظہ فرما لیا جاوے اس سے جس طرح تقلید کا سنت ہونا ثابت ہے جیسا اس مقام پر اس کی تقریر کی گئی ہے اسی طرح تقلید شخصی بھی ثابت ہوتی ہے کیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو تعلیم احکام کے لئے یمن بھیجا تو یقیناً اہل یمن کو اجازت دی کہ ہر مسئلہ میں ان سے رجوع کرتے ہیں اور یہی تقلید شخصی ہے جیسا کہ ابھی اوپر بیان ہوا **حدیث سوم** عن ھزیل بن شرحبیل فی حدیث طویل مختصرہ قال سئل ابو موسیٰ ثم سئل ابن مسعود واخبر بقول ابی موسیٰ مختا لفہ

ثم اخبر ابو موسیٰ بقوله فقال لا تسألونی مادام هذا الحبر فیکم اخرجه البخاری وابوداؤد والترمذی تیسیر کلکتہ صفحہ ۳۷۹ کتاب الفرائض فصل ثانی ترجمہ خلاصہ اس حدیث طویل کا یہ ہے کہ ہزیل بن شرحبیل سے روایت ہے کہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے ایک مسئلہ پوچھا گیا پھر وہی مسئلہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فتوے کی بھی ان کو خبر دی تو انہوں نے اور طور سے فتویٰ دیا پھر اُن کے فتوے کی خبر حضرت ابو موسیٰ کو دی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ جب تک یہ عالم متبحر تم لوگوں میں موجود ہیں تم مجھ سے مت پوچھا کرو۔ روایت کیا اس کو بخاری اور ابو داؤد اور ترمذی نے ف ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے اس فرمانے سے کہ ان کے ہوتے ہوئے مجھ سے مت پوچھو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ہر مسئلہ میں ان سے پوچھنے کیلئے فرمایا ہی اور یہی تقلید شخصی ہے کہ ہر مسئلہ میں کسی مرجح کی وجہ سے ایک ہی عالم سے رجوع کرکے عمل کیا کرے مقصد پنجم اس زمانہ میں باعتبار غالب حالت لوگوں کے تقلید شخصی ضروری ہے اور اس کے ضروری ہونے کے معنی اول اس کے ضروری ہونے کے معنی بیان کئے جاتے ہیں تاکہ دعوے کی تعیین ہو جاوے۔ سو جاننا چاہئے کہ کسی شے کا ضروری اور واجب ہونا دو طرح پر ہے ایک یہ کہ قرآن وحدیث میں خصوصیت کے ساتھ کسی امر کی تاکید ہو جیسے نماز روزہ وغیرہا ایسی ضرورت کو وجوب بالذات کہتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ اس امر کی خود تو تاکید نہیں آئی مگر جن امور کی قرآن وحدیث میں تاکید آئی ہے اُن امور پر عمل کرنا بدون اس امر کے عادۃً ممکن نہ ہو اس لئے اس امر کو بھی ضروری کہا جاوے اور یہی معنی ہیں علماء کے اس قول کے مقدمہ واجب کا واجب ہے جیسے قرآن وحدیث کا جمع کرکے لکھنا کہ شرع میں اسکی کہیں بھی تاکید نہیں آئی بلکہ اس حدیث میں خود کتابت ہی کے واجب نہ ہونے کی تصریح فرما دی ہے:

حدیث عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا امیة لا نکتب ولا نحسب الحدیث متفق علیه مشکوۃ انصاری صفحہ ١٦٦ ترجمہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ ہم تو ایک امی جماعت ہیں نہ حساب جانیں نہ کتاب روایت کیا اس کو بخاری ومسلم نے:

ف دلالت حدیث کی مطلوب پر ظاہر ہے اور جب مطلق کتابت واجب نہیں تو کتابت خاصہ کیسے واجب ہوگی لیکن ان کا محفوظ رکھنا اور ضائع ہونے سے بچانا ان امور پہ تاکید آئی ہے اور تجربہ اور مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بدون مقید بالکتاب کرنے کے محفوظ رہنا عادۃً ممکن نہ تھا اس لئے قرآن وحدیث کے لکھنے کو ضروری سمجھا جاوے گا۔ چنانچہ اس طور پر اس کے ضروری ہونے پر تمام اُمت کا دلالۃً اتفاق چلا آیا ہے ایسی ضرورت کو وجوب بالغیر کہتے ہیں جب وجوب کی قسمیں اور ہر ایک کی حقیقت معلوم ہوگئی تو جاننا چاہئے کہ تقلید شخصی کو جو ضروری اور واجب کہا جاتا ہی تو مراد اس وجوب سے وجوب بالغیر ہی نہ کہ وجوب بالذات اس لئے ایسی آیت وحدیث پیش کرنا تو ضروری

نہو جس میں تقلید شخصی کا نام لیکر تاکیدی حکم آیا ہو جیسے کتابت قرآن وحدیث کے وجوب کے لئے دلیل کا مطالبہ نہیں کیا جاتا بلکہ باوجود اس کے کہ حدیث مذکورہ میں اس کے وجوب کی نفی مصرح ہے پھر بھی واجب کہا جاتا ہے اور اسکو حدیث کی مخالفت نہیں سمجھی جاتی اسی طرح تقلید شخصی کے وجوب کیلئے نص پیش کرنے کی حاجت نہیں البتہ دو مقدمے ثابت کرنا ضروری ہیں ایک مقدمہ یہ کہ وہ کون کون امور ہیں کہ اس زمانہ میں تقلید شخصی نہ کرنے سے اُن میں خلل پڑتا ہے۔ دوسرا مقدمہ یہ کہ وہ امور مذکورہ واجب ہیں پہلے مقدمہ کا بیان یہ ہے کہ وہ امور یہ ہیں: **اوّل** علم وعمل میں نیت کا خالص دین کے لئے ہونا **ثانی** خواہش نفسانی پر دین کا غالب رکھنا یعنی خواہش نفسانی کو دین کے تابع بنانا دین کو اس کے تابع نہ بنانا **ثالث** ایسے امر سے بچنا جس میں اندیشہ قوی اپنے ضرر دین کا ہو **رابع** اہل حق کے اجماع کی مخالفت نہ کرنا **خامس** دائرہ احکام شرعیہ سے نہ نکلنا رہا یہ کہ تقلید شخصی نہ کرنے سے ان میں خلل پڑتا ہے سو یہ تجربہ ومشاہدہ کے متعلق ہے اور وجہ اُسکی یہ ہے کہ اس وقت اکثر طبائع میں فساد وغرض پرستی غالب ہے چنانچہ ظاہر ہے اور احادیث فتن میں اس کی خبر بھی دی گئی ہے جو اہل علم پر مخفی نہیں پس اگر تقلید شخصی نہ کی جاوے تو تین صورتیں پیش آویں گی ایک یہ کہ بعضے اپنے کو مجتہد سمجھ کر قیاس کرنا شروع کریں گے اور احادیث جواز اجتہاد کو پیش کر کے کہیں گے کہ اس میں اجتہاد کو کسی جماعت کے ساتھ خاص نہیں کیا گیا ہم بھی لکھے پڑھے ہیں یا یہ کہ قرآن اور مشکوٰۃ کا ترجمہ ہم نے بھی دیکھا ہے یا کسی عالم سے سُنا ہے اور اس کو سمجھ گئے ہیں پھر ہمارا اجتہاد کیوں نہ معتبر ہو جب اجتہاد عام ہو گا تو احکام میں جس قدر تصریف وتحریف پیش آوے تعجب نہیں مثلاً ممکن ہے کہ کوئی شخص کہے کہ جس طرح مجتہدین سابقین نے قوۃ اجتہادیہ سے بعض نصوص کو معلل سمجھا ہے اور وہ سمجھنا معتبر ومقبول ہوا جیسا مقصد دوم میں مفصل بیان ہو چکا ہے اسی طرح میں حکم وجوب وضو کو کہتا ہوں کہ معلل ہے اور علت اُس کی یہ ہے کہ عرب کے اکثر لوگ اونٹ اور بکریاں چرایا کرتے تھے اور ان کے پاؤں اکثر چھینٹ میں آلودہ ہو جاتے تھے اور وہی ہاتھ منہ کو لگ جاتا تھا ان کو حکم وضوء کا ہوا تھا کہ یہ سب اعضاء پاک وصاف ہو جاویں اور اس کا قرینہ یہ ہے کہ وضوء میں وہی اعضاء دھوئے جاتے ہیں جو اکثر اوقات کھلے رہتے ہیں اور ہم چونکہ روزانہ غسل کرتے ہیں محفوظ مکانوں میں آرام سے بیٹھے رہتے ہیں ہمارا بدن خود پاک صاف رہتا ہے اس لئے ہم پر وضوء واجب نہیں بلا وضوء نماز پڑھنا جائز ہے حالانکہ یہ سمجھ لینا کہ کون حکم معلل ہے علت کے ساتھ اور کون حکم تعبدی یعنی غیر معلل ہے یہ حصہ خاص ائمہ مقبولین ہی کا ہو چکا ہے اس وقت انکے خلاف کسی کا دخل دینا محض باطل ہے یا مثلاً ممکن ہے کہ کوئی یوں کہے کہ نکاح میں شہود یا اعلان کا وجوب مقصود اصلی نہیں بلکہ معلل ہے اس علت کے ساتھ اگر زوجین میں اختلاف خصومت ہو تو تحقیق حال میں سہولت ہو پس جہاں

اس کا احتمال نہو وہاں بلا شہود نکاح جائز ہے ونیز ممکن ہے کہ اپنے اجتہاد سے احکام منسوخہ بالاجماع
کے غیر منسوخ ہونے کا دعوی کرے مثلاً متعہ کو جائز کہنے لگے چنانچہ ان تینوں مثالوں کا وقوع سنایا
گیا ہے اور ظاہر ہے کہ ان اقوال میں کس درجہ تحریف احکام و مخالفت اجماع امت مرحومہ ہے جس میں
ترک ہے امر رابع کا امور خمسہ مذکورہ سے کیونکہ حقیقت اجماع کی یہ ہے کہ کسی عصر کے جمیع علما کسی امر
دینی پر اتفاق کر لیں اور اگر کوئی عمداً یا خطاءً اس اتفاق سے خارج رہے تو اس کے پاس کوئی دلیل محتمل صحت نہو اور
خطا میں وہ معذور بھی ہوگا اور ظاہر ہے کہ امثلہ مذکورہ کے احکام ایسے ہی ہیں اور گو متعہ میں بعض کا خلاف ہا
مگر بوجہ غیر مستند الی الدلیل الصحیح ہونیکے وہ قادح اجماع نہیں سمجھا گیا غرض مطلقاً عدم شرکت مضر تحقیق اجماع نہیں
ورنہ قرآن مجید کے یقیناً محفوظ اور متواتر ہونیکا دعوی مشکل ہو جائیگا کیونکہ احادیث بخاری سے ثابت ہے کہ حضرت ابی
رضی اللہ تعالی عنہ آیات منسوخۃ التلاوۃ کو داخل قرآن اور حضرت ابو الدرداء سورۃ واللیل آیت وما خلق الذکر والانثی
میں کلمہ وما خلق کو اور ابن مسعودؓ معوذتین کو خارج قرآن سمجھتے تھے گو یہ اقوال تھوڑے ہی روز رہے ہوں تو لازم
آتا ہے کہ جزو کا داخل ہونا اور غیر جزو کا خارج ہونا ہر زمانہ میں مجمع علیہ و یقینی نہ رہے حالانکہ ایک ساعت کے اعتبار
سے بھی اس کا کوئی قائل نہیں بلکہ سب اس کو تمام ازمنہ کے اعتبار سے یقینی اور محفوظ سمجھتے رہے اور چونکہ ان حضرات
کو استدلال میں یقیناً غلطی ہوئی۔ اس لئے کسی نے سلفاً و خلفاً اسکو مضر و مخل اجماع نہیں سمجھا البتہ ان کو بھی
شبہ کی وجہ سے معذور سمجھا وہ حدیثیں یہ ہیں **حدیث اول** عن ابن عباسؓ قال قال عمر اقرؤنا ابی واقضانا
علی وانا لندع من قول ابی وذلک ان ابیا یقول لا ادع شیئا سمعتہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقد قال
اللہ تعالی ما ننسخ من آیۃ او ننسہا بخاری نظامی جلد ثانی ص۶۴۳ **حدیث دوم** عن علقمۃ قال دخلت فی نفر
من اصحاب عبد اللہ الشام فسمع بنا ابو الدرداء فاتانا فقال افیکم من یقرا فقلنا نعم قال فایکم اقرا
فاشاروا الی فقال اقرا فقرات واللیل اذا یغشی والنھار اذا تجلی وما خلق الذکر والانثی قال انت سمعتہا
من فی صاحبک قلت نعم قال وانا سمعتہا من فی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھؤلاء یابون علینا بخاری
جلد ثانی ص۷۴۳ **حدیث سوم** عن زر قال سألت ابی بن کعب قلت ابا المنذر ان اخاک ابن مسعود
یقول کذا وکذا فقال ابی سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لی قیل فقلت فنحن نقول کما
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بخاری جلد ثانی ص۷۴۴ **ف** چونکہ تینوں حدیثوں کا خلاصہ مضمون اوپر
گذر چکا ہے لہذا ترجمہ نہیں لکھا گیا بالجملہ یہ خرابی تو عموم اجتہاد میں ہوگی اور ممکن ہے کہ ایسے مجتہد کی کوئی تقلید
بھی کرنے لگے دوسری یہ کہ اجتہاد کو مطلقاً ناجائز سمجھا جاویگا تو وہ مجتہد تو کہیں گے نہ کسی کے اجتہاد پر عمل کرینگے صرف
ظاہر حدیث پر عمل کریں گے سو اس میں ایک خرابی تو یہ ہوگی کہ جو احکام نصوص صریحہ میں مسکوت عنہ ہیں ان میں

اپنے یا غیر کے اجتہاد پر تو اس لئے عمل نہیں کر سکتے کہ اُس کو ناجائز سمجھتے ہیں اور صراحۃً وہ حکم نصوص میں مذکور نہیں پس بجز اس کے کہ کچھ بھی نہ کریں اور ترک عمل کرکے تعطل وبطالت کو اختیار کریں اور کیا ہو سکتا ہے اور یہ ترک ہے امر خامس کا امور مذکورہ میں سے اور ایسے احکام اس کثرت سے ہیں کہ اُن کا احاطہ وحصر مشکل ہے چنانچہ جزئیات فتاویٰ کے مطالعہ کرنے سے ظاہر ہو سکتا ہے دوسری خرابی یہ ہوگی کہ بعض احادیث کے ظاہری معنی پر یقیناً عمل جائز نہیں جیسے یہ حدیث ہے **حدیث** وفی اخری لمسلم صلی الظہر والعصر جمیعاً والمغرب والعشاء جمیعاً من غیر خوف ولا سفر تیسیر کلکتہ ص ۲۴ کتاب الصلوٰۃ باب ثامن فصل ثانی **ترجمہ** اور مسلم کی ایک روایت ہے کہ نماز پڑھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر ایک ساتھ جمع کرکے اور مغرب اور عشاء ایک ساتھ جمع کرکے بدون خوف کے اور بدون سفر کے فقط حالانکہ بلا عذر حقیقۃً جمع کرنا کسی کے نزدیک جائز نہیں جیسا ظاہر احادیث سے مفہوم ہوتا ہے اسی لئے اس میں قوۃ اجتہادیہ سے تاویل کی جاتی ہے پس اگر ان احادیث کے ظاہر پر عمل کیا جاوے گا تو مخالفت اجماع کی لازم آوے گی جس میں ترک ہے امر رابع کا تیسری صورت یہ کہ نہ خود اجتہاد کریں نہ ہر جگہ ظاہر حدیث پر عمل کریں بلکہ مسائل مشکلہ میں ائمہ کی بلا تعیین تقلید کریں کبھی ایک مجتہد کے فتوے پر عمل کر لیا کبھی دوسرے کے فتوے کو لے لیا سو اس میں بعض حالتوں میں تو اجماع کی مخالفت لازم آوے گی مثلاً ایک شخص نے وضو کیا پھر خون نکلوایا جس سے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے اور کہا کہ میں امام شافعیؒ کا فتویٰ لیتا ہوں کہ خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا اس کے بعد عورت کو شہوت سے ہاتھ لگایا جس سے امام شافعیؒ کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے اور کہا کہ اس میں امام ابوحنیفہ کا فتویٰ لیتا ہوں کہ اس سے وضو نہیں ٹوٹتا اور بلا تجدید وضو نماز پڑھ لی چونکہ اس شخص کا وضو بالاجماع ٹوٹ چکا ہے گو سبب مختلف ہو اس لئے سب کے نزدیک اس کی نماز باطل ہوئی پس اس میں ترک ہوا امر رابع کا امور مذکورہ میں سے اور بعض حالتوں میں گو مخالفت اجماع کے لازم نہ آئیگی لیکن بوجہ غلبہ غرض پر مبنی کے اس کا نفس مسائل مختلفہ میں اُسی قول کو لے گا جو اس کی خواہش نفسانی کے موافق ہو اور اس میں غرض دنیوی حاصل ہوتی ہو پس اس قول کو دین سمجھکر نہ لے گا بلکہ خاص غرض یہی ہوگی کہ اس میں مطلب نکلے تو یہ شخص ہمیشہ دین کو تابع خواہش نفسانی کے بنائے رہیگا خواہش نفسانی کو دین کے تابع نہ کریگا اور اس میں ترک ہے امر ثانی کا امور مذکورہ میں سے اور ظاہر ہے کہ ایسے شخص کی نیت عمل میں اور تحقیق مسئلہ میں یہی ہوگی کہ حظ نفس اور غرض دنیوی حاصل ہو اگر ایک امام کا قول اس کی مصلحت کے موافق نہ ہوگا دوسرے کا تلاش کرے گا غرض علم دین اور عمل دین دونوں میں نیت اس کی خالص اور طلب رضائے حق نہ ہوگی اور اس میں ترک ہے امر اوّل کا امور مذکورہ میں سے اور جس شخص کا نفس اس آزادی کا خوگر ہو جائیگا بعد

چندے اس آزادی کا فروع سے صول میں پہنچ جانا جو صریح ضرر دین ہی عجیب و لعبید نہیں۔ بلکہ غالب قریب ہے پس اس اعتبار سے اس بے قیدی کی عادت میں قوی اندیشہ ضرر دین کا اور یہ ترک ہوا مر ثالث کا امور مذکورہ میں سے۔ پس تقریر ہذا سے بحمد اللہ تعالیٰ یہ امر بخوبی واضح ہو گیا کہ ترک تقلید شخصی سے یہ امور خمسہ بلاشبہ خلل پذیر ہو جاتے ہیں، نمبر ا علم و عمل میں نیت کا خالص دین کیلئے ہونا نمبر ۲ خواہش نفسانی پر دین کا غالب رکھنا یعنی خواہش نفسانی کو دین کے تابع بنانا دین کو اسکے تابع نہ بنانا نمبر ۳۔ ایسے امر سے بچنا جس میں اندیشہ قوی اپنے ضرر دین کا ہو نمبر ۴۔ اہل حق کے اجماع کی مخالفت نہ کرنا نمبر ۵ دائرہ احکام شرعیہ سے نہ نکلنا اور تقلید شخصی میں اس خلل کا معتد بہ انسداد اور علاج ہے بس مقدمہ اولی تو ثابت ہو چکا۔ رہا دوسرا مقدمہ یعنی ان امور خمسہ کا واجب بالذات ہونا سو یہ احادیث سے صراحۃً ثابت ہے حدیث اول عن عمر بن الخطاب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما الاعمال بالنیات وانما لامرئ ما نوی فمن کانت ھجرتہ الی اللہ ورسولہ فھجرتہ الی اللہ ورسولہ ومن کانت ھجرتہ الی دنیا یصیبھا او امرأۃ یتزوجھا فھجرتہ الی ما ھاجر الیہ متفق علیہ مشکوٰۃ انصاری ص۲ ترجمہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمام اعمال نیت پر ہیں اور آدمی کو وہی ملتا ہے جو اس کی نیت ہو پس جس شخص کی ہجرت اللہ رسول کی طرف مقصود ہو اس کی ہجرت اللہ و رسول کی طرف واقع ہوتی ہے اور جس شخص کی ہجرت دنیا کی طرف مقصود ہو کہ اس کو حاصل کرنا چاہتا ہے یا کسی عورت کی طرف ہے کہ اس سے نکاح کریگا تو اس کی ہجرت اسی شے کی طرف ہے جس کیلئے ہجرت کی ہے روایت کیا اس کو بخاری نے اور مسلم نے ف اس حدیث سے امر اول یعنی نیت کے خالص اور ظاہر کرنے کا وجوب ظاہر ہے دیکھو ہجرت کتنا بڑا عمل ہے جس سے بحکم دوسری حدیث کے سب گذشتہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں مگر جب اس میں دنیوی غرض آ گئی تو اکارت ہو گئی۔ بلکہ اس پر ملامت و شناعت فرمائی جو ترک واجب پر ہوتی ہے،

حدیث دوم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من تعلم علما مما یبتغی بہ وجہ اللہ لا یتعلمہ الا لیصیب بہ عرضا من الدنیا لم یجد عرف الجنۃ لم یجد عرف الجنۃ یوم القیامۃ یعنی ریحھا رواہ احمد وابو داؤد وابن ماجہ مشکوٰۃ انصاری صفحہ ۲۶ ترجمہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کوئی ایسا علم جس سے حق سبحانہ و تعالیٰ کی رضا طلب کی جاتی ہے (یعنی علم دین خواہ بہت سا یا ایک آدھ مسئلہ) سیکھے اور غرض اُس کے سیکھنے کی اور کچھ نہ ہو بجز اُس کے کہ اُس کے ذریعہ سے کچھ متاع دنیا حاصل کر لوں گا تو قیامت

کے روز وہ شخص خوشبوئے جنت نہ پاوے گا۔ روایت کیا اس کو احمد اور ابو داؤد اور ابن ماجہ نے **ف** مسئلہ پوچھنے میں یہ نیت ہونا کہ اس کی آڑ میں کوئی دنیا کا مطلب نکالیں گے اس حدیث میں اُس پر کس قدر سخت وعید فرمائی ہے پس یہ حدیث بھی امر اول کے وجوب پر دال ہے **حدیث سوم** عن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یؤمن احدکم حتی یکون ھواہ تبعا لما جئت بہ رواہ فی شرح السنۃ وقال النووی فی اربعینہ ھذا حدیث صحیح رویناہ فی کتاب الحجۃ باسناد صحیح مشکوٰۃ صفحہ ۲۲ ترجمہ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کوئی شخص مومن کامل نہیں ہو سکتا یہانتک کہ اُس کی خواہش نفسانی ان احکام کی تابع نہ ہو جائے جن کو میں لایا ہوں روایت کیا اس کو شرح السنۃ میں اور نووی نے اسکو اپنے اربعین میں صحیح کیا ہے **ف** اس حدیث سے امر ثانی کا وجوب ظاہر ہے **حدیث چہارم** عن النعمان بن بشیر فی حدیث طویل قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من وقع فی الشبہات وقع فی الحرام کالراعی یرعی حول الحمی یوشک ان یرتع فیہ الا وان لکل ملک حمی الا وان حمی اللہ محارمہ الحدیث متفق علیہ مشکوٰۃ انصاری صفحہ ۲۳ ترجمہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث طویل میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص شبہات میں پڑنے لگتا ہے وہ ضرور حرام میں واقع ہوتا ہے اسکی ایسی مثال ہے جیسے کوئی چرواہا ایسی چراگاہ کے آس پاس چراوے جس کی گھاس کسی نے روک رکھی ہو تو احتمال قریب ہے کہ اُس چراگاہ کے اندر وہ چرنے لگے یاد رکھو ہر بادشاہ کے یہاں ایسی چراگاہ ہوتی ہے یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں کی ایسی چراگاہ وہ چیزیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے **ف** اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس چیز سے اندیشہ حرام میں پڑنے کا ہو اس سے بچنا ضرور ہے اور امر ثالث یہی ہے اور یہی معنی ہیں علماء کی اس قول مشہور کے کہ مقدمہ حرام کا حرام ہے **حدیث** عن عطیۃ السعدی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یبلغ العبد ان یکون من المتقین حتی یدع ما لا باس بہ حذرا لما بہ باس رواہ الترمذی وابن ماجہ مشکوٰۃ انصاری صفحہ ۲۳ ترجمہ عطیہ سعدی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ اس درجہ کو کہ متقیوں میں داخل ہو جائے نہیں پہنچتا یہانتک کہ جن چیزوں میں خود کوئی خرابی نہیں انکو ایسی چیزوں کے اندیشہ سے چھوڑ دے جن میں خرابی ہے روایت کیا اسکو ترمذی اور ابن ماجہ نے **ف** چونکہ تقویٰ بنص قرآنی اتقوا واجب ہے اور وہ اس حدیث کی رو سے موقوف ہے ایسی چیزوں کے ترک جن سے اندیشہ وقوع فی المعصیۃ کا ہو اس لئے یہ بھی واجب ہوا پس یہ حدیث بھی امر ثانی کے وجوب پر دال ہے **حدیث** عن ابی مالک الاشعری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد اجارکم اللہ تعالیٰ

من ثلاث خلال ان لا یدعو علیکم نبیکم فتہلکوا جمیعاً وان لا یظہر اللہ اہل الباطل علی اہل الحق وان تجتمعوا علی ضلالۃ اخرجہ ابوداؤد تیسیر کلکتہ صفحہ ۲۶۳ کتاب الفضائل باب رابع ترجمہ ابومالک اشعری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی نے تم کو تین باتوں سے محفوظ رکھا ہے ایک تو یہ کہ تمہارے نبی تم پر بددعا نہ کریں گے جس سے تم سب کے سب ہلاک ہوجاؤ اور دوسرے یہ کہ اہل باطل کو اللہ تعالی تمام اہل حق پر غالب نہ کریگے تیسرے یہ کہ تم لوگ کسی گمراہی کی بات پر متفق و مجتمع نہوگے روایت کیا اسکو ابوداؤد نے حدیث ہفتم عن معاذ بن جبل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الشیطان ذئب الانسان کذئب الغنم یاخذ الشاذۃ والقاصیۃ والناحیۃ وایاکم والشعاب وعلیکم بالجماعۃ والعامۃ رواہ احمد مشکوۃ انصاری صفحہ ۲۳ ترجمہ حضرت معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بیشک شیطان بھیڑیا ہے انسان کا جیسا کہ بکریوں کا بھیڑیا ہوتا ہے کہ اس بکری کو پکڑتا ہے جو گلہ سے نکل بھاگی ہو اور اُن سے دور جا پڑی ہو اور ایک کنارہ رہگئی ہو تم بھی اپنے کو مختلف راہوں سے بچاؤ اور اپنے کو (اہل دین کے) عام جماعت میں رکھو روایت کیا اسکو احمد نے حدیث ہشتم وعن ابی ذر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من فارق الجماعۃ شبرا فقد خلع ربقۃ الاسلام من عنقہ رواہ احمد وابوداؤد مشکوۃ انصاری صفحہ ۲۳ ترجمہ ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص اہل دین کی جماعت سے ایک بالشت برابر بھی جدا ہوا اُس نے اسلام کا حلقہ اپنی گردن سے نکال دیا روایت کیا اسکو احمد وابوداؤد نے ف ان تینوں حدیثوں کے مجموعہ سے ثابت ہو کہ اُمت محمدیہ جس امر پر اتفاق واجتماع کرلیں وہ ضلالت نہ ہوگا تو ضرور ہے کہ اُس کی ضد اور خلاف ضلالت ہوگا کما قال تعالی فماذا بعد الحق الا الضلال اور اجتماع میں شریک رہنے کی تاکید اور اُس سے جدا ہونے پر وعید فرمائی پس مخالفت اجماع کی ناجائز اور وقوع فی الضلالۃ ہوگی پس اجماع کے مقتضے پر عمل واجب ہوگا اس سے امر رابع کا وجوب ظاہر ہوگیا حدیث نہم عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ قال علی لعمر یا امیر المؤمنین لقد علمت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال رفع القلم عن ثلاث عن الصبی حتی یبلغ وعن النائم حتی یستیقظ وعن المعتوہ حتی یبرئی الحدیث اخرجہ ابوداؤد تیسیر کلکتہ صفحہ ۱۳۶ کتاب الحدود باب ثانی ترجمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے امیر المؤمنین آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین شخص مرفوع القلم ہوتے ہیں ایک نابالغ جب تک کہ بالغ ہو دوسرا جو سو رہا ہے جب تک کہ بیدار ہو تیسرا مجنون جب تک کہ اچھا ہو روایت کیا اسکو ابوداؤد نے ف اول تو یہ مسئلہ ایسا بدیہی ہے کہ ہم

استدلال ہی کی حاجت نہیں پھر اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ بجز اُن لوگوں کے جن کو شرع نے مرفوع القلم کیا ہے باقی سب مکلف ہیں دائرہ احکام سے کسی کو نکلنا جائز نہیں قرآن میں بھی یہ مسئلہ منصوص ہے قال اللہ تعالیٰ افحسبتم انما خلقناکم عبثا الآیۃ قال اللہ تعالیٰ ایحسب الانسان ان یترک سدی الآیۃ پس مقدمہ اس کا وجوب بھی ثابت ہو گیا اور وجوب ان امور ثلاثہ کا مقدمہ ثانیہ تھا پس بحمد اللہ دلیل کے دونوں مقدمے ثابت ہو گئے پس مدعا کہ وجوب تقلید شخصی ہے ثابت ہو گیا۔ حاصل استدلال کا مختصر عنوان میں یہ ہوا کہ تقلید شخصی مقدمہ ہے واجب کا اور مقدمہ واجب کا واجب ہے۔ اور یہ قاعدہ کہ مقدمہ واجب کا واجب ہوتا ہے ہر چند کہ بدیہی اور سب اہل ملل و اہل عقل کے مسلمات سے ہے محتاج اثبات نہیں مگر تبرعاً ایک حدیث بھی تائید کے لئے لائی جاتی ہے حدیث عن عقبۃ بن عامر قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من علم الرمی ثم ترکہ فلیس منا او قد عصی رواہ مسلم مشکوٰۃ انصاری ص ۳۲۸ ترجمہ عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ جو شخص تیر اندازی سیکھ کر چھوڑ دے وہ ہم سے خارج ہے یا یہ فرمایا کہ وہ گنہگار رہا روایت کیا اسکو مسلم نے ف ظاہر ہے کہ تیر اندازی کوئی عبادت مقصود فی الدین نہیں مگر چونکہ بوقت حاجت ایک واجب یعنی اعلاء کلمۃ اللہ کا مقدمہ ہے اسلئے اسکے ترک پر وعید دلیل مذکور پر دو شبہے وارد ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ تقریر مذکور میں تصریح ہے کہ اکثر طبائع کی ایسی حالت ہے کہ بدون تقلید شخصی کے وہ مفاسد میں مبتلا ہو جاتے ہیں تو یہ وجوب بھی اُن ہی اکثر کے اعتبار سے ہونا چاہیئے۔ عام فتوے وجوب کا کیوں دیا جاتا ہے جواب اس شبہ کا یہ ہے کہ یہ قاعدہ ہے کہ انتظامی احکام میں جو مفاسد سے بچانے کیلئے ہوں اعتبار اکثر ہی کا ہوتا ہے اور اکثر کی حالت پر نظر کر کے حکم عام دیا جاتا ہے اور یہی معنی ہیں فقہاء کے اس قول کے کہ جس امر میں عوام کو ایہام ہو وہ خواص کے حق میں بھی مکروہ ہو جاتا ہے اور اس قاعدہ کی تائید حدیث سے بھی ہوتی ہے حدیث عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین اتاہ عمر فقال انا نسمع احادیث من یہود تعجبنا افتری ان نکتب بعضہا فقال امتہوکون انتم کما تہوکت الیہود والنصاری الحدیث رواہ احمد والبیہقی فی شعب الایمان مشکوٰۃ انصاری ص ۲۲ ترجمہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ہم لوگ یہود سے بہت سی ایسی باتیں سنتے ہیں جو اچھی معلوم ہوتی ہیں کیا آپ اجازت دیتے ہیں کہ بعضی باتیں لکھ لایا کریں آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم بھی یہود و نصاری کی طرح اپنے دین میں متحیر ہونا چاہتے ہیں روایت کیا اسکو احمد نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں ف چونکہ ان مضامین کے لکھنے اکثر لوگوں کی خرابی کا اندیشہ تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام ممانعت فرما دی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے فہیم اور صلب فی الدین شخص کو بھی اجازت

نہ دی اس سے معلوم ہوا کہ جس امر میں فتنہ عامہ ہو اُس کی اجازت خواص کو بھی نہیں دیجاتی بشرطیکہ وہ امر ضروری فی الدین نہ ہو پس وہ شبہ رفع ہوگیا اور اُس کی وجہ معلوم ہوگئی کہ خواص کو ترک تقلید شخصی کی اجازت کیوں نہیں دی جاتی اور وجوب کو سبکے حق میں عام کہا جاتا ہے حدیث دیگر عن شقیق قال کان عبد اللہ بن مسعودؓ یذکر الناس فی کل خمیس فقال لہ رجل یا ابا عبد الرحمن لوددت انک ذکرتنا فی کل یوم قال اما انہ یمنعنی من ذلک انی اکرہ ان املکم وانی اتخولکم بالموعظۃ کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتخولنا بالمخافۃ السآمۃ علینا متفق علیہ مشکوٰۃ انصاری ص۲۵

ترجمہ شقیق سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر جمعرات کو ہم کو وعظ سناتے ایک شخص نے عرض کیا کہ ہمارا جی چاہتا ہے کہ آپ ہر روز وعظ فرمایا کریں آپنے فرمایا کہ مجکو یہ امر مانع ہے کہ میں پسند نہیں کرتا کہ تم اُکتا جاؤ اس لئے وقتاً فوقتاً وعظ سے خبر گیری کرتا رہتا ہوں جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہم لوگوں کے اُکتا جانے کے اندیشہ سے وقتاً فوقتاً (یعنی کچھ ناغہ کرکے) وعظ سے خبر گیری فرمایا کرتے تھے روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے فن ظاہر ہے کہ سننے والوں میں سب تو اُکتانیوالے تھے ہی نہیں چنانچہ خود سائل کا شوق سوال معلوم ہوتا ہے لیکن اکثر طبائع کی حالت کا اعتبار کرکے آپنے سب کے ساتھ ایک ہی معاملہ کیا اور یہی عادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیان کی پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کے عمل سے اس قاعدہ کا ثبوت ہوگیا اور روایت کثیرہ و احکام کثیرہ کا اس قاعدہ پر مبنی ہونا وارد ہے پس یہ شبہ مذکورہ رفع ہوگیا؛

دوسرا شبہ جو محض لاشئے ہے یہ ہے کہ اس دلیل مذکور کا ایک مقدمہ یعنی امور خمسہ مذکورہ کا واجب ہونا بلاشک حدیث سے ثابت ہے لیکن ایک مقدمہ یعنی تقلید شخصی کے ترک سے ان امور میں خلل پڑنا یہ صرف تجربہ و مشاہدہ ہے حدیث میں نہیں آیا جب صرف ایک مقدمہ حدیث میں ہے دوسرا حدیث میں نہیں پھر کیسے حدیث سے ثابت ہوا اس کا جواب یہ ہے کہ اسی دعوے کی کیا خصوصیت ہے یہ قصہ تو تمام شرعی دعووں میں ہے مثلاً ایک شخص کی عمر بیس پچیس برس کی ہے اس پر تمام علماء و عقلاء نماز کو فرض کہتے ہیں اور اگر کسی سے دلیل پوچھی جائے تو یہی کہا جائے گا کہ صاحب قرآن و حدیث کی رو سے اس پر نماز فرض ہے حالانکہ قرآن و حدیث میں اس دلیل کا صرف ایک مقدمہ آیا ہے کہ بالغ پر نماز فرض ہے رہا دوسرا مقدمہ کہ زید بالغ ہے یہ نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں محض ایک واقعہ ہے جو مشاہدہ و معائنہ سے ثابت ہے مگر پھر بھی یوں کوئی نہیں کہتا کہ جب ایک مقدمہ قرآن و حدیث سے ثابت نہیں تو اس شخص پر نماز کا فرض ہونا قرآن و حدیث سے ثابت نہیں بات یہ ہے کہ قرآن و حدیث بیان احکام کلیہ کے لئے ہے نہ بیان واقعات جزئیہ کے لئے واقعات کا وجود ہمیشہ مشاہدہ ہی سے ثابت ہوتا ہے اور ان احکام کے وارد فی القرآن والحدیث ہونے

سے اُس دعوے کو ثابت بالقرآن والحدیث کہا جاتا ہے یہی تقریر شبہ مذکورہ کے جواب میں جاری کرلو اور یہ اوپر طے ہوچکا ہے کہ یہ وجوب بالغیر بالذات نہیں پس بحمداللہ کسی قسم کا خدشہ باقی نہیں رہا اور بلا غبار حدیث سے تقلید شخصی کا وجوب ثابت ہوگیا رہا یہ امر کہ مذہب اربعہ ہی کی کیا تخصیص ہے مجتہد تو بہت سے گذرے ہیں لیکن جن اسمار و اقوال جابجا کتابوں میں پائے جاتے ہیں پھر ان اربعہ میں سے تم نے مذہب حنفی ہی کو کیوں اختیار کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جب اوپر ثابت ہوگیا کہ تقلید شخصی ضروری ہے اور مختلف اقوال لینا متضمن مفاسد ہے تو ضرور ہوا کہ ایسے مجتہد کی تقلید کی جاوے جس کا مذہب اصولاً و فروعاً ایسا مدوّن و منضبط ہو کہ قریب قریب سب سوالات کا جواب اس میں جزئیاً یا کلیاً مل سکے تاکہ دوسرے اقوال کی طرف رجوع نکرنا پڑے اور یہ امر منجانب اللہ ہے کہ یہ صفت بجز مذاہب اربعہ کے کسی مذہب کو حاصل نہیں تو ضرور ہوا کہ ان ہی میں سے کسی مذہب کو اختیار کیا جاوے کیونکہ مذہب خامس کو اختیار کرنے میں پھر وہی خرابی عود کرے گی کہ جن سوالات کا جواب اس میں نہ ملیگا اسکے لئے دوسرے مذہب کی طرف رجوع کرنا پڑے گا تو نفس کو وہی مطلق العنانی کی عادت پڑے گی جسکا فساد اوپر مذکور ہوچکا ہے یہ وجہ ہے انحصار کی مذاہب اربعہ میں اور اسی بنار پر مدت سے اکثر جمہور علمار اُمت کا بھی تعامل اور توارث چلا آرہا ہے حتیٰ کہ بعض علمار نے ان مذاہب اربعہ میں اہل سنت وجماعت کے منحصر ہونے پر اجماع نقل کیا ہے رہا یہ امر کہ اور مذاہب اسطرح سے کیوں نہیں مدون ہوئے۔ اس کے اسباب کی تحقیق اس مقام میں ضروری نہیں خواہ اس کے کچھ ہی اسباب ہوئے ہوں مگر ہم جب ایسے وقت میں موجود ہیں کہ ہم سے پہلے بلا ہمارے کسی فعل اختیاری کے اور مذاہب غیر مدون ہونے کی حالت میں ہیں اور یہ مذاہب اربعہ مدون ہیں ہمارے لئے انحصار ثابت ہوگیا رہی دوسری بات کہ تم نے مذہب حنفی ہی کو کیوں اختیار کر رکھا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ہم ایسے مقام پر ہیں جہاں سے بلا ہمارے اکتساب کے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہی کا مذہب شائع ہے اور اسی مذہب کے علمار اور کتابیں موجود ہیں اگر ہم دوسرا مذہب اختیار کرتے تو واقعات کے احکام کا معلوم ہونا مشکل ہوتا ہے کیونکہ علمار بوجہ تحصیل و کثرت اشتغال و مزاولت جس درجہ اپنے مذہب سے واقف اور ماہر ہیں دوسرے مذہب پر اس قدر نظر وسیع و دقیق نہیں رکھ سکتے گو کتب کا مطالعہ ممکن ہے چنانچہ اہل علم پر یہ امر بالکل بدیہی وظاہر ہے رہا یہ کہ جہاں سب مذاہب شائع ہیں وہاں یہ کلفت بھی نہیں۔ وہاں جاکر تم حنفی کیوں بنے رہتے ہو اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ پہلے سے بوجہ ضرورت مذکورہ اس مذہب پر عمل کر رہے ہیں۔ اب دوسرا مذہب اختیار کرنے میں اسی تقلید شخصی کا ترک لازم آتا ہے جس کی خرابیوں کا بیان ہوچکا ہے رہا یہ کہ ایسے مقام پر پہنچنے کے بعد اب سے اس دوسرے ہی مذہب کی تقلید شخصی اختیار کرلی جایا کرے کہ سب واقعات میں اسی پر عمل ہوا کرے اور پہلا مذہب بالکلیہ چھوڑ دیا جاوے اس کا جواب یہ ہے کہ آخر ترک کرنے کی تو کوئی وجہ متعین ہونی چاہئے

جس شخص کو قوت اجتہادیہ نہو اور اسی کے باب میں کلام ہو رہا ہے وہ وجوہ ترجیح کے تو سمجھ نہیں سکتا تو پھر فعل محض ترجیح بلا مرجح ہوگا اور اگر کوئی تھوڑا بہت سمجھ بھی سکتا ہو تو اس کے ارتکاب میں دوسرے عوام الناس کے لئے جو متبع ہیں خواہش نفسانی کی ترک تقلید شخصی کا باب مفتوح ہوتا ہے اور اوپر حدیث سے بیان ہو چکا ہے کہ جو امر عوام کے لئے باعث فساد ہو اُس سے خواص کو بھی روکا جاتا ہے اور یہی مبنی ہے علما کے اس قول کا کہ انتقال عن المذہب ممنوع ہے۔ رہا یہ کہ جو شخص آج ہی اسلام قبول کرے یا عدم تقلید چھوڑ کر تقلید اختیار کرے تو اس کے لئے مذہب حنفی کی ترجیح کی کیا وجہ ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اگر وہ شخص ایسی جگہ ہے کہ جہاں مذہب حنفی ہی شائع ہے تب تو اس کے لئے یہی امر مرجح ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا اور اگر وہ ایسے مقام پر ہے جہاں چند مذاہب شائع ہیں تو اس کے لئے دعویٰ ترجیح مذہب حنفی کا نہیں کیا جاتا بلکہ وہ علی التساوی مختار ہے جس مذہب کو اس کا قلب قبول کرے اس کو اختیار کرے۔ مگر پھر اسی کا پابند رہے۔ البتہ اگر کسی ایک مذہب معین کا مقلد ایسی جگہ پہنچے جہاں اس مذہب کا کوئی عالم نہو اور یہ شخص خود بھی عالم نہیں ہے اور اس کو کوئی مسئلہ پیش آوے چونکہ یہاں اپنے مذہب پر عمل ممکن نہیں اور نہ دوسرے مذہب پر عمل کرنے میں کوئی خرابی لازم ہے ایسے شخص کو جائز بلکہ واجب ہے کہ مذاہب اربعہ میں سے جو مذہب وہاں شائع ہو علما سے دریافت کر کے اسی پر عمل کرے ایسے شخص کے لئے بعذر مذکور مذہب سابق کی تقلید شخصی کو واجب نہیں کہا جاوے گا۔ لیکن ایسی صورت شاذ و نادر واقع ہو گی ورنہ اکثر حالات میں تو اس کے وجوب ہی کا حکم محفوظ ہے۔ اب بفضلہ تعالیٰ اس مقصد کے متعلق کوئی خدشہ موجب وسوسہ نہیں رہا؛

مقصد ششم۔ بعض شبہات کثیرۃ العروض کا جواب ؛

شبہ اوّل قرآن مجید کی اس آیت میں ظن و قیاس کی مذمت آئی ہے ان الظن لا یغنی من الحق شیئاً یعنی ظن افادہ حق میں بالکل بھی کافی نہیں اور مجوزین قیاس خود قیاس کو ظنی کہتے ہیں **جواب** ظن سے مراد مطلق ظن نہیں ورنہ اولاً یہ آیت اُن احادیث کے معارض ہو گی جن سے قیاس کا جواز ثابت ہے۔ اور مقصد اول میں لکھی گئیں ثانیاً اکثر احادیث اخبار احاد ہیں اور اخبار احاد مفید ظن ہوتی ہیں اور بعض احادیث جو متواتر ہیں ان میں بھی اکثر محتمل وجوہ متعددہ ہیں ان میں سے ایک کی تعیین و ترجیح خود ظنی ہو گی تو لازم آوے گا کہ نعوذ باللہ حدیث پر بھی عمل جائز نہ رہے اور دونوں امر باطل ہیں۔ پس ظن سے مراد مطلق ظن نہیں ہے بلکہ مراد آیت میں ظن سے زعم بلا دلیل ہے چنانچہ ایک مقام پر ارشاد ہے ؛

وقالوا ما ھی الا حیاتنا الدنیا نموت و نحیا وما یھلکنا الا الدھر وما لھم بذلک من علم ان ھم الا یظنون ترجمہ اور کفار نے کہا کہ ہماری یہی دنیا کی حیات ہے ہم میں کوئی مرتا ہے کوئی پیدا ہوتا ہے اور ہم کو تو صرف

جواب شبہہ منع قرآن از تقلید و معنی آیت و اذا قیل لہم اتبعوا الخ

زمانہ ہلاک کرتا ہے حالانکہ ان کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں صرف ان کا ظن ہی ظن ہے اور یقینی بات ہی کہ کفار کے پاس اس عقیدہ میں کہ دہر فاعل ہے دلیل ظنی اصطلاحی نہ تھی بلکہ محض ان کا دعویٰ بلا دلیل تھا۔ اس کو ظن فرمایا اسی طرح اوپر کی آیت میں مُراد ہے؛

شبہہ دُوم قرآن کی اس آیت میں تقلید کی مذمت آئی ہے واذا قیل لھم اتبعوا ما انزل اللّٰہ قالوا بل نتبع ما وجدنا علیہ اٰباءنا اولو کان اٰباءھم لا یعقلون شیئا ولا یھتدون ترجمہ جب اُن کفار سے کہا جاتا ہی کہ پیروی کرو اُن احکام کی جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائے ہیں تو وہ جواب میں کہتے ہیں کہ نہیں ہم تو اسی طریق کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے آبا ر واجدا دکو پایا ہے (حق تعالیٰ بطور رد کے فرماتے ہیں) کیا ہر حالت میں اپنے آبا ر واجداد ہی کی پیروی کرتے رہیں گے گو اُن کے آبار واجداد نہ کچھ دین کو سمجھتے ہوں نہ حق کی راہ پاتے ہوں آہ پس معلوم ہوا کہ قرآن وحدیث کے ہوتے ہوئے اپنے بزرگوں کے طریقہ پر چلنا بُرا ہے اسی طرح دوسری آیت میں ارشاد ہوا کہ تم میں نزاع ہو تو اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو اس سے معلوم ہوا کہ کسی امام مجتہد کی طرف رجوع نہ کرنا چاہئے وہ آیت یہ ہے فان تنازعتم فی شئی فردوہ الی اللّٰہ والرسول۔

جواب۔ اس آیت کے ترجمہ ہی سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کفار کی تقلید سے اس تقلید بحوث عنہ کو کوئی مناسبت نہیں تقلید کفار کی مذمت میں دو وجہ فرمائی گئیں اوّل یہ کہ وہ آیات و احکام کو رد کرتے اور کہتے ہیں کہ ہم اُن کو نہیں مانتے بلکہ اپنے بزرگوں اتباع کرتے ہیں، دوسرے یہ کہ اُن کے وہ بزرگ عقل دین و ہدایت سے خالی تھے سو اس تقلید میں یہ دونوں وجہ موجود نہیں نہ تو کوئی مقلد یہ کہتا ہے کہ ہم آیات و احادیث کو نہیں مانتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ دین ہمارا آیت وحدیث ہی ہے مگر ہیں بے علم یا کم علم یا بلا بہ اجتہاد و قوت استنباط سے عاری ہوں اور فلاں عالم یا امام پر حسن ظن اور اعتقاد رکھتا ہوں کہ وہ آیات و احادیث کے الفاظ اور معانی کا خوب احاطہ کئے ہوئے تھے تو انہوں نے جو اس کا مطلب سمجھا وہ میرے نزدیک صحیح اور راجح ہے لہذا میں عمل تو حدیث ہی پر کرتا ہوں مگر اُن کے بتلانے کے موافق اسی لئے علمار نے تصریح کی ہے کہ قیاس مظہر احکام ہی نہ مثبت احکام اور یہ مضمون کبھی کافی عبارت میں ادا کرتا ہے کبھی مجمل عبارت میں مگر مقصود یہی ہوتا ہی غرض کوئی مقلد قرآن وحدیث کو رد نہیں کرتا اور جس کی تقلید کرتا ہے نہ وہ علم ہدایت سے معرا تھے جیسا تو اتر سے انکا عاقل اور مہتدی ہونا ثابت ہے۔ پس جب اس تقلید میں دونوں وجہ نہیں پائی جاتیں پس اس تقلید کی مذمت آیت سے ثابت نہوئی اور مطلق تقلید مراد کیسے ہو سکتی ہے کیونکہ اس تقریر پر یہ آیت کا معارضہ لازم آویگا ان احادیث کے ساتھ جو مقصود اول میں جواز تقلید کے باب میں گذر چکی ہیں اور تقریر بالا سے کہ قیاس مظہر احکام ہی نہ کہ مثبت احکام یہ بھی معلوم ہو گیا کہ قیاس پر عمل کرنا ہے اللہ اور رسول کی طرف اور انکی مخالفت نہیں

معنی آیت فان تنازعتم فی شیء الخ۔

شبہہ سوم۔ احادیث میں دین کے اندر رائے لگانے کی مذمت آئی ہے اور رائے عین قیاس ہی پس قیاس ناجائز ہوا **جواب** رائے سے مراد مطلق رائے نہیں ورنہ ان احادیث سے معارضہ لازم آوے گا جو مقصد اول میں اثبات جواز قیاس میں گذر چکی ہیں۔ بلکہ وہ رائے مراد ہیں جو کسی دلیل شرعی کی طرف مستند نہو محض تخمین عقلی جیساکہ اس حدیث میں مذکور ہے حدیث عن علیؓ انہ قال لو کان الدین بالرائ لکان اسفل الخف اولی بالمسح من اعلاہ ولکن رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یمسح اعلاہ اخرجہ ابوداؤد تیسیر کلکتہ ص ۲۹۱ کتاب الطہارۃ باب سادس ترجمہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہو وہ فرماتے ہیں کہ اگر دین کا مدار رائے پر ہوتا موزہ کے نیچے کی جانب بہ نسبت اوپر کی جانب کے مسح کی زیادہ مستحق تھی لیکن میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اوپر کی جانب مسح کرتے دیکھا ہے روایت کیا اس کو ابوداؤد نے آہ بخلاف رائے مجتہدین کے وہ دلیل شرعی کی طرف مستند ہوتی ہے اور خود صحابہ رضی اللہ تعالی عنہ سے اس رائے کا استعمال قولاً وفعلاً ثابت ہے چنانچہ مقصد سوم کی حدیث پنجم میں حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کا یہ قول انی ارٰی ان تامر بجمع القرآن اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ قول رایت فی ذلک الذی رائی مع ترجمہ گذر چکا ہے جس سے استعمال قولی وفعلی دونوں ظاہر ہیں کہ رائے کو اپنی طرف زبان سے بھی منسوب فرمایا اور اس رائے کے مقتضے پر کہ جمع قرآن ہے عمل بھی فرمایا۔

جواب شبہہ منع حدیث از قیاس

جواب شبہہ ذم سلف قیاس

شبہہ چہارم قیاس کی مذمت میں بعض سلف کا قول ہے اول من قاس ابلیس یعنی اول جس نے قیاس کیا وہ ابلیس تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ دین میں قیاس کرنا حرام ہے **جواب** قیاس مراد مطلق قیاس نہیں ہے ورنہ احادیث مجوزہ قیاس کے ساتھ جو مقصد اول میں مذکور ہو چکیں معارضہ لازم آویگا بلکہ ویساہی قیاس مراد ہے جیسا اس نے قصہ میں ابلیس نے کیا تھا یعنی نص قطعی الثبوت قطعی الدلالۃ کو قیاس سے رد کر دیا سو ایسا قیاس بلاشبہ حرام بلکہ کفر ہے۔ بخلاف قیاس مجتہدین کے کہ توضیح معانی نصوص کیلئے ہوتا ہے

جواب شبہہ منع مجتہدین از تقلید=

شبہہ پنجم ائمہ مجتہدین نے خود فرمایا ہے کہ ہمارے قول پر عمل درست نہیں جب تک کہ اسکی دلیل معلوم نہو۔ پس جن کی تقلید کرتے ہو خود وہی تقلید سے منع کرتے ہیں **جواب** مجتہدین کے اس قول کے مخاطب وہ لوگ نہیں ہیں جن کو قوۃ اجتہادیہ حاصل نہ ہو ورنہ اُن کا یہ قول اولاً احادیث مجوزہ تقلید کے معارض ہوگا جو مقصد اول میں گذر چکی ہیں۔ ثانیاً خود ان کے فعل اور دوسرے اقوال کے معارض ہوگا فعل سے تو اس لئے کہ نہیں منقول نہیں کہ مجتہدین ہر شخص کے سوال کے جواب کے ساتھ دلائل بھی بیان کرتے ہوں اسی طرح ان کے فتاوے جو خود اُن کے مدون کئے ہوئے ہیں ان میں بھی التزام نقل دلائل کا نہیں کیا جیسے جامع صغیر وغیرہ اور ظاہر ہے کہ جواب زبانی ہو یا کتاب میں مدون ہو عمل ہی کی غرض سے ہوتا ہے تو انکا یہ فعل خود تجوز تقلید ہے اور قو

نسے اس لئے کہ ہدایہ اولین وغیرہا میں امام ابو یوسفؒ سے منقول ہے کہ اگر کوئی شخص روزہ میں خون نکلوادے اور وہ اس حدیث کو منکر افطر الحاجم والمحجوم یعنی پچھنے لگانیوالا اور جس کے پچھنے لگائے گئے ہیں دونوں کا روزہ گیا یہ سمجھ جاوے کہ روزہ تو جاتا ہی رہا اور پھر بقصد کھا پی لے تو اس پر کفارہ لازم آویگا اور دلیل ابو یوسفؒ نے یہ فرمایا ہے لان علی العامی الاقتداء بالفقہاء لعدم الاھتداء فی حقہ الی معرفۃ الاحادیث ہدایہ ص ۲۰۶ یعنی عامی پر واجب ہے کہ فقہاء کا اقتدا کرے کیونکہ اس کو احادیث کی معرفت نہیں ہوسکتی فقط اس قول سے صاف معلوم ہوا کہ قول سابق مجتہدین کے مخاطب وہ لوگ نہیں ہیں جن کو قوۃ اجتہادیہ حاصل نہ ہو بلکہ وہ لوگ مخاطب ہیں جو قوت اجتہادیہ رکھتے ہیں چنانچہ خود اس قول میں تامل کرنے سے یہ قید معلوم ہوسکتی ہے۔ کیونکہ یہ کہنا کہ جب تک دلیل معلوم نہ ہو خود ہے اس پر کہ ایسے شخص کو کہہ رہے ہیں جس کو معرفت دلیل پہ قدرت ہے اور غیر صاحب قوۃ اجتہادیہ کو گو سماع دلیل ممکن ہے مگر معرفت حاصل نہیں پس جس کو قدرت معرفت ہی نہو اسکو معرفت دلیل کا امر کرنا تکلیف مالایطاق ہے جو عقلاً و شرعاً باطل ہے پس واضح ہوگیا کہ یہ خطاب صرف صاحب اجتہادیہ کو ہے نہ غیر مجتہد کو۔

شبہہ ششم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تابعین کے زمانہ میں تقلید نہ تھی اس لئے بدعت ہوئی **جواب** مقصد اوّل میں ثابت ہوچکا ہے کہ ان قرون میں بھی تقلید شائع تھی اور اگر یہ مراد ہے کہ ان خصوصیات کے ساتھ نہ تھی تو جواب یہ ہے کہ جب خصوصیات کلیات شرعیہ میں داخل ہیں جیسا مقصد پنجم میں بیان ہوا ہے تو وہ بھی بدعت نہیں ورنہ لازم آویگا کہ تدوین حدیث و کتابت قرآن مع الترتیب بھی بدعت ہو۔ ظاہر نظر میں اولاً یہی شبہہ ہوا تھا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قرآن جمع کرنے میں پھر وہ نورانیت قلب سے رفع ہوگیا جیسا مقصد سوم کی حدیث پنجم میں مفصل گذر چکا یہی حال خصوصیات تقلید کا سمجھو۔

شبہہ ہفتم تقلید شخصی کا وجوب کہیں قرآن و حدیث میں نہیں آیا اس لئے یہ بدعت ہوئی **جواب** مقصد پنجم میں اس کے وجوب کے معنی اور حدیث سے اس کا ثبوت وجوب مع جواب دیگر شبہات متعلقہ کے گذر چکے ہیں۔

شبہہ ہشتم۔ اگر تقلید شخصی وجوب ہے تو سلف ائمہ مجتہدین سے پہلے اس واجب کے تارک کیوں تھے۔

جواب چونکہ اس کا وجوب بالغیر ہے جس کا حاصل ہونا موقوف ہے بعض واجبات مقصودہ کا اُس پر تو مدار وجوب کا یہ توقف ہوگا چونکہ سلف میں سلامت صدر و طہارت قلب و تورع و تدین و تقویٰ کی وجہ سے وہ واجبات تقلید شخصی پہ موقوف نہ تھے لہذا ان پر تقلید شخصی واجب نہ تھی صرف جائز تھی

اور یہی محمل ہے بعض عبارات کتب کا در بارہ عدم وجوب تقلید شخصی کے یعنی وہ مقید ہے عدم خوف

فتنہ کے ساتھ اور اس زمانہ میں وہ واجبات اس پر موقوف ہیں لہذا واجب ہو گئی اور یہ قسم واجب کی اہل زمانہ کے حالات کے تغیر و تبدل سے متغیر ہو سکتی ہے بخلاف احکام مقصودہ کے کہ زمانہ کے بدلنے سے اس میں تبدل کا اعتقاد الحاد ہے جیسا بہت لوگ آجکل اس میں مبتلا ہیں اس کی ایک نظیر یہ بھی ہے کہ حضور پُر نور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ مبارک میں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گوشہ نشینی اور اختلاط خلق کو ترک کرنے سے منع فرمایا اور پھر خود ہی ارشاد فرمایا کہ عنقریب ایسا زمانہ آوے گا جس میں عزلت ضروری ہو جائے گی چنانچہ دونوں مضمون کتب حدیث میں مصرح ہیں اس سے صاف معلوم ہوا کہ یہ ممکن ہے کہ ایک امر ایک وقت میں واجب نہ ہو بلکہ جائز بھی نہو اور دوسرے زمانہ میں کسی عارضی وجہ سے واجب ہو جاوے۔ پس اگر تقلید شخصی بھی زمانہ سابقہ میں واجب نہو اور زمانہ متاخر میں واجب ہو جاوے تو کیا بعید اور عجیب ہے؛

توجیہ بعض عبارات وارد بر عدم وجوب تقلید شخصی

شبہہ نہم۔ اجتہاد کوئی نبوت نہیں جو ختم ہو گئی ہو ہم بھی اجتہاد کر سکتے ہیں اور مجتہد کو سب کے نزدیک تقلید دوسرے مجتہد کی ناجائز ہے **جواب** قوۃ اجتہادیہ کا پایا جانا عقلاً یا شرعاً ممتنع و محال تو نہیں ہے لیکن مدت ہوئی کہ یہ قوۃ مفقود ہے اور اس کا امتحان بہت سہل یہ ہے کہ فقہ کی کسی ایسی کتاب سے جس میں دلائل مذکور نہوں کیفما اتفق مختلف ابواب کے سو سو سوالات فرعیہ جو قرآن و حدیث میں منصوص نہوں لئے جاویں اور کوئی صاحب علم اپنے اجتہاد مزعوم سے اُن کے جواب قرآن و حدیث سے مستنبط کریں اور جن اصول پر استنباط کریں ان کو بھی قرآن و حدیث کی عبارت یا اشارت یا دلیل عقلی شافی سے ثابت کریں جب یہ جواب مکمل ہو جاویں پھر فقہاء کے جوابات اور ان کے ادلہ سے موازنہ کر کے انصاف کریں اس وقت اپنے فہم کا مبلغ اور ان کے فہم کی قدر انشاءاللہ تعالیٰ اس طرح واضح ہو جاوے گی کہ پھر اجتہاد کا دعویٰ زبان پر نہ آوے گا چنانچہ مبصرین کو محقق ہو گیا کہ بعد چار صدی کے یہ قوۃ مفقود ہو گئی اس کی نظیر یہ ہے کہ محدثین سابقین کو جس درجہ کا حافظہ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا تھا وہ اب بھی نہیں دیکھا جاتا پھر جیسا قوۃ حافظہ نبوۃ نہیں مگر ختم ہو گئی اسی طرح قوت اجتہادیہ نبوۃ نہیں مگر ختم ہو گئی اور مراد اس سے اس مرتبۂ خاصہ کی نفی ہے جو مجتہدین مشہورین کو عطا ہوا تھا جس سے عامہ حوادث میں استنباط احکام کر لیتے تھے اور مستقل طور پر اصول ممہد کر سکتے تھے اور ایک دو مسئلوں میں دلائل کا موازنہ کر کے ایک شق کو ترجیح دے لینا یا کسی جزئی مسکوت عنہ کو اصول مقررہ مدونہ میں مندرج کر کے حکم سمجھ لینا نہ اس کی نفی مقصود ہے اور نہ اس سے کوئی علی الاطلاق مجتہد یا قابل تقلید ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ بات مشاہدہ کی جاتی ہے کہ اس وقت قلوب میں نہ وہ خشیت ہے نہ احتیاط ہے اگر کسی میں یہ قوۃ مذکورہ مان بھی لی جاوے جب بھی اجتہاد کی اجازت دینے میں مبادا لوگوں کو جرأت دلانا ہے کہ دین میں جو چاہا کہہ دیا کریں گے اور اب تو خوف فضیحت مخالفت کتب سے مسئلہ دیکھنے میں اور بتانے میں خوب احتیاط کا اہتمام کرتے ہیں

جواب شبہہ نہم عدم انقطاع اجتہاد

جواب شبہ ۱۰ خلاف دلیل تقلید شخصی باسانی قرآن

شبہ دہم قرآن وحدیث بہت آسان ہے چنانچہ ارشاد ہے ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر ہر شخص سمجھ سکتا ہے اور اب تو اردو ترجمے ہوگئے ہیں کسی کو بھی دشوار نہیں رہا پھر تقلید کی جائے خود دیکھکر عمل کرلینا کافی ہے **جواب** مقصد سوم میں بحث قوۃ اجتہادیہ میں جو حدیثیں لکھی گئی ہیں ان کی اول حدیث سے ثابت ہوچکا ہے کہ قرآن مجید میں کچھ معانی ظاہر ہیں اور کچھ دقیق وخفی ہیں پس آیت بالا میں قرآن کو ان معانی ظاہرہ کے اعتبار سے آسان فرمایا ہے اور اجتہاد کرنے کے لئے معانی دقیقہ خفیہ کے جاننے کی ضرورت ہے مقصد سوم کو تمامہ دیکھ لینے سے معلوم ہوجاوے گا کہ ان معانی کے سمجھنے کے لئے کس درجہ کے فہم کی حاجت ہے؛

جواب شبہ ۱۱ آسانی دین از قرآن وحدیث

شبہ یازدہم۔ حدیث میں ہے الدین یسر یعنی دین آسان ہے اور تقلید شخصی میں بوجہ پابندی کے دشواری ہے۔ پس تقلید شخصی خلاف دین ہے **جواب** دین کے آسان ہونے کے یہ معنے نہیں کہ اس میں نفس کو بھی ناگواری وگرانی نہیں ہوتی ورنہ آیت انھا لکبیرۃ الا علی الخاشعین اور حدیث حفت الجنۃ بالمکارہ کے کیا معنی ہوں گے اور یہ تو مشاہدہ کے خلاف ہے کیا گرمیوں کے روزہ میں دشواری نہیں ہوتی کیا سردیوں کی وضو میں نفس کو مشقت نہیں ہوتی کیا ناتمام نیند سے جاگ کر نماز پڑھنا مشکل نہیں بلکہ مطلب اس کا یہ ہے کہ دین میں کوئی ایسا حکم نہیں مقرر کیا گیا جو انسان کی قدرت عادیہ سے خارج ہو جیسا دوسری آیت میں فرمایا ہے لایکلف اللہ نفسا الا وسعھا سو تقلید شخصی بھی اس اعتبار سے آسان ہے اس لئے خلاف دین نہیں اور رہا وجوب اس کا مقصد پنجم میں مستقل طور سے ثابت کردیا گیا ہے پھر خلاف دین ہونے کا کب احتمال ہے۔

جواب شبہ عدم تقلید صحابہ ۱۲

شبہ دوازدہم۔ اگر تقلید ہی کرنا ہے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وحضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم زیادہ مستحق ہیں سب کو چھوڑ کر ائمہ اربعہ پر کہاں جا پہنچے **جواب** مقصد پنجم میں ثابت ہوچکا ہے کہ تقلید کے لئے اس مجتہد کے مذہب کا مدون ہونا ضرور ہے اور حضرات صحابہؓ میں کسی کا مذہب مدون نہیں اس لئے معذوری ہے البتہ ان ائمہ کے واسطے سے ان کا اتباع بھی ہو رہا ہے!

جواب شبہ ۱۳ تقلید در منصوص

شبہ سیزدہم۔ جو مسائل قرآن وحدیث میں منصوص ہیں ان میں تقلید کرنا کیا ضرور ہے **جواب** ایسے مسائل تین قسم کے ہیں اول وہ جن میں نصوص متعارض ہیں دوم وہ جن میں نصوص متعارض نہیں مگر وجوہ ومعانی متعددہ کو محتمل ہوں۔ گو اختلاف نظر سے کوئی معنے قریب کوئی بعید معلوم ہوتے ہیں سوم وہ جن میں تعارض بھی نہ ہو اور ان میں ایک ہی معنی ہوسکتے ہوں پس قسم اول میں رفع تعارض کے لئے مجتہد کو اجتہاد کی اور غیر مجتہد کو تقلید کی ضرورت ہوگی۔ قسم ثانی ظنی الدلالۃ کہلاتی ہے اس میں تعیین احد الاحتمالات کے لئے اجتہاد و تقلید

جواب شبہ چہارم بعض مسائل حدیث کے خلاف ہیں

کی حاجت ہو گی. قسم ثالث قطعی الدلالۃ کہلاتی ہے اس میں ہم بھی نہ اجتہاد کو جائز کہتے ہیں نہ اس اجتہاد کی تقلید کو؛

شبہ چہارم. بعض مسائل حدیث کے خلاف ہیں ان میں کیوں تقلید کرتے ہو جواب کسی مسئلہ کی نسبت یہ کہنا کہ حدیث کے مخالف ہے موقوف ہے تین امر پر امر اول اس مسئلہ کی مراد صحیح معلوم ہو دوسری اس کی دلیل پر اطلاع ہو تیسری وجہ استدلال کا علم ہو کیونکہ اگر ان تینوں امروں میں سے ایک بھی خفی رہے گا مخالفت کا حکم غلط ہو گا مثلاً امام صاحبؒ کا قول مشہور ہے کہ نماز استسقاء سنت نہیں اور ظاہر اس قول کا حدیث کے خلاف معلوم ہوتا ہے کیونکہ احادیث میں نماز استسقاء پڑھنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وارد ہے لیکن مقصود اس قول سے یہ ہے کہ نماز استسقاء سنت مؤکدہ نہیں چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے گاہے نماز پڑھکر دعاء باراں کی فرمائی کبھی بلا نماز دعاء فرمادی جیسا بخاری میں حدیث ہے عن انس قال بینما النبی صلے اللہ علیہ وسلم یخطب یوم الجمعۃ اذ قام رجل فقال یارسول اللہ ھلك الكراع وھلك الشاء فادع اللہ ان یسقینا فمد یدیہ ودعا۔ جلد اول ص۱۲۷ ترجمہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کے روز خطبہ پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا یارسول اللہ گھوڑے اور بکریاں سب ہلاک ہو گئے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیے کہ بارش فرماویں آپ نے دونوں ہاتھ دراز کر کے دعا فرمائی فقط چنانچہ امام صاحب کی یہ مراد ہونا. ہدایہ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے قلنا فعلہ مرۃ وترکہ اخری فلم یکن سنۃ اولین. ص۵۶ بس بعد وضوح مراد صحیح کے شبہ مخالفت کا نہ ہو گا اسی طرح اگر دلیل خفی رہے مثلاً ایک مسئلہ میں مختلف احادیث آئی ہیں کسی نے ایک حدیث کو دیکھکر مخالفت کا حکم کر دیا حالانکہ مجتہد نے دوسری حدیث سے استدلال کیا ہے اور اس حدیث میں تاویل کی ہے جیسے مسئلہ قرأۃ فاتحہ خلف الامام میں احادیث مختلف ہیں یا ایک ہی حدیث محتمل وجوہ مختلفہ کو ہو مجتہد نے بعض وجوہ کو قوۃ اجتہادیہ سے راجح سمجھکر اس سے استدلال کیا ہے اور اس کے اعتبار سے مخالفت نہیں ہے جیسے حدیث میں ہے جو نمازیں تمہارے سامنے سے گذرے اس سے قتل وقتال کرو اس میں دو احتمال ہیں کہ یہ حقیقت پر محمول ہے یا دوسرے دلائل کلیہ کی وجہ سے زجر وسیاست پر محمول ہے اگر ایک مجتہد نے وجہ ثانی پر محمول کر لیا تو حدیث کی مخالفت کہاں رہی کیونکہ اس کا عمل حدیث ہی کی ایک وجہ پر ہوا اسی طرح اگر طریق استدلال خفی رہا تب بھی حکم مخالفت کا غلط ہو گا جیسے امام صاحب کا قول ہے کہ رضاعت کی مدت اڑھائی سال ہے اور دلیل میں آیت حملہ وفصالہ مشہور ہے مگر تقریر استدلال جو مشہور ہے نہایت ہی مخدوش ہے مدارک میں امام صاحب سے حملہ کی تفسیر بالاکف کے ساتھ نقل کی ہے جس سے وہ سب خدشات دفع ہو جاتے ہیں پس معنے آیت کے یہ ہوں گے کہ بعد وضع حمل

کے اس بچہ کو ہاتھوں میں یعنی گود میں لئے پھرنا اور اس کا دودھ چھوڑانا یہ تیس ماہ ہوتا ہے۔ اب بلا تکلف دعوے ثابت ہوگیا۔ حاصل یہ کہ حکم مخالفت کا کرنا ایسے شخص کا کام ہے جو روایات میں متبحر ہو درایت میں حاذق و مبصر ہو اور جس شخص میں بعض صفات ہوں بعض نہ ہوں اس کا حکم مخالفت کرنا معتبر نہیں جیسا مقصد سوم میں ثابت ہوچکا ہے کہ ہر حافظ حدیث کا مجتہد ہونا ضروری نہیں جس سے منصف کو یہ بھی معلوم ہوسکتا ہے کہ جب حفاظ حدیث کو وجوہ استنباط کا پتہ نہیں لگتا تو آجکل جہلا بیچارے اس کا احاطہ کب کرسکتے ہیں تو ان کا کسی کو مخالف حدیث بے دھڑک کہدینا کتنی بڑی بے باکی ہے اللہ تعالیٰ اصلاح فرماویں چنانچہ ایسے جامع لوگوں نے جب کبھی کوئی قول مخالف دلیل پایا فوراً ترک کردیا جیسا مسئلہ حرمت مقدار قلیل مسکرات اور جواز مزارعت میں کتب حنفیہ میں امام صاحب کے قول کا متروک کرنا مصرح ہے لیکن ایسے اقوال کی تعداد غالباً دس تک بھی نہ پہنچے چنانچہ ایک بار احقر نے تفصیلاً تتبع کیا تو بجز پانچ چھ مسائل کے کہ ان میں تردد رہا ایک مسئلہ بھی حدیث[1] کے مخالف نہیں پایا گیا اور وجوہ انطباق کو ایک رسالہ کی صورت میں ضبط بھی کیا تھا مگر اتفاق سے وہ تلف ہوگیا مگر اس کے ساتھ بھی مجتہد کی شان میں گستاخی کرنا حرام ہے کیونکہ انہوں نے قصداً خلاف نہیں کیا خطائے اجتہادی ہوگئی جس میں بروئے حدیث ایک ثواب کا وعدہ ہے حدیث عن عمرو بن العاص انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول اذا حکم الحاکم فاجتہد فاصاب فلہ اجران واذا حکم ثم اجتہد ثم اخطأ فلہ اجر۔ بخاری جلد ۲ ص ۱۰۹۲ ترجمہ عمرو بن عاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب کوئی حکم کرنے والا حکم کرے اور اجتہاد میں مصیب ہو اس کو دو اجر ملتے ہیں اور اگر خطا ہوجاوے تو اس کو ایک اجر ملتا ہے روایت کیا اس کو بخاری نے اور اگر کوئی کہے کہ دعویٰ دلائل و وجہ استدلال سب کتب متداولہ میں موجود ہیں ان کو دیکھکر توافق وتخالف کا سمجھ لینا آسان ہے جواب یہ ہے کہ دعویٰ تو صاحب مذہب سے منقول ہیں مگر تدوین احکام کے وقت ان حضرات کی عادت نقل دلائل ان سے منقول نہیں متاخرین نے انتزاع کیلئے اپنی نظر و فہم کے موافق کچھ لکھدیئے ہیں پس اگر ان میں سے کوئی دلیل یا وجہ استدلال سخیف یا ضعیف ہو اس سے بطلان مدلول کا لازم نہیں آتا چنانچہ کتب فن مناظرہ میں تصریح ہے دلیل کے بطلان سے بطلان مدلول لازم نہیں ممکن ہے مدعی کے پاس کوئی دلیل صحیح ہو بالخصوص جبکہ دلیل منقول خود مستدل سے بھی منقول نہ ہو جیسا اوپر آیت وحملہ وفصالہ سے استدلال کرنے میں گذرا پس مجتہد کی طرف سے تو یہ عذر ہے رہا مقلد سو اگر یہ حدیث جو بظاہر معارض معلوم ہوتی ہے محتمل تاویل کو ہو تو اس پر قول مجتہد کا ترک واجب نہیں؛

شبہہ پانزدہم مجتہدین اور بھی بہت سے گذرے ہیں ان ہی چار کی کیا تخصیص ہے جواب مقصد پنجم

---

[1] اور یہ بھی ہمارے علم کے اعتبار سے ہے۔ ورنہ یہ بھی احتمال ہے کہ امام صاحب کے پاس کوئی اور حدیث وغیرہ ہو جو ہمیں نہیں پہنچی۔ ۱۲

میں گذر چکا ہے کہ اوروں کا مذہب مدون نہیں اس لئے معذوری ہے؛

جواب شبہ بر تخصیص اربعہ

شبہہ شانزدہم۔ بعض نے اس انحصار فی المذاہب الاربعہ پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے حالانکہ ہر زمانہ میں بعض اہل علم اس میں مخالف رہے ہیں۔ **جواب** یا تو مراد اجماع سے اتفاق اکثر امت کا ہے اور گو ایسا اجماع ظنی ہوگا مگر دعویٰ ظنی کے اثبات کے لئے دلیل ظنی کافی ہے اور مخالفین کی مخالفت کو معتد بہ نہیں سمجھا گیا اور یہ مقصد پنجم کی بحث اجماع میں گذر چکا ہے کہ ہر اختلاف قادح اجماع نہیں ہے علاوہ اس کے جب مقصد پنجم میں انحصار دلائل سے ثابت ہوچکا ہے اگر اجماع نہ بھی ہو تو کیا ضرر ہے؛

جواب شبہ ضعیف احادیث مستندہ حنفیہ

شبہہ ہفدہم۔ اگر تقلید شخصی واجب ہے تو عوام الناس جو امام ابو حنیفہؒ کو جانتے بھی نہیں وہ سب تارک اس واجب کے ہوں گے کیونکہ اتباع بدون معرفت متحقق نہیں ہوسکتا **جواب** معرفت عام ہے خواہ تفصیلی ہو یا اجمالی سو بعض عوام گو تفصیلاً امام صاحب کو نہ جانتے ہوں اور اسی بنا پر بعض علماء کا قول ہے العامی لامذہب لہ لیکن اجمالی معرفت اُن کو حاصل ہے جس عالم کا اتباع کرتے ہیں یہ سمجھکر کہ یہ اس مذہب کا متبع ہے جو یہاں شائع ہے چنانچہ اگر وہ مقتدا اس مذہب کی تقلید چھوڑدے فوراً وہ عامی اس سے جدا ہوجاتا ہے۔ پس مذہب خاص کا جاننا من وجہ صاحب مذہب کی معرفت ہے اتباع کے لئے یہ معرفت کافی ہے جیسا امیر المسلمین کی اطاعت جو موقوف ہے معرفت پر اس کے زمانہ میں واجب ہے مگر پھر بھی ہزارہا عوام بالتفصیل اس کو نہ جانتے تھے۔ اور راز اس میں یہ ہے کہ جو مقصود ہے اطاعت سے کہ تفریق کلمہ نہ ہو وہ معرفت اجمالی سے حاصل ہے لہذا اس پر اکتفا کیا گیا۔

معنی العامی لا مذہب لہ کس نے عامی کہا

اسی طرح چونکہ تقلید شخصی سے مقصود اصلی یہ ہے کہ اثارۂ فتنہ و اتباع ہوا نہ ہو اور وہ بدون معرفت تفصیلی بھی حاصل ہے لہذا معرفت اجمالی کافی ہے۔

شبہہ ہشدہم۔ حنفیہ کی دلائل اکثر احادیث ضعیفہ ہیں اور بعضی احادیث غیر ثابتہ اور ان کے مقابلہ میں دوسروں کے پاس احادیث قوی اور راجح ہیں۔ پس راجح کو چھوڑ کر مرجوح پر کیوں عمل کرتے ہو **جواب** اول تو یہ کہنا کہ اُنکے اکثر دلائل ضعیف ہیں غیر مسلم ہے بہت سے مسائل میں تو صحاح ستہ کی احادیث سے ان کا استدلال ہے چنانچہ کتب دلائل دیکھنے سے معلوم ہوسکتا ہے اور جو حدیثیں دوسری کتب کی ہیں ان میں بھی اکثر بقواعد محدثین صحیح ہیں کیونکہ احادیث صحیحہ کا حصر صحاح ستہ میں یا صحاح ستہ کا حصر احادیث صحیحہ میں ضروری نہیں چنانچہ اہل علم پر مخفی نہیں اور جو احادیث عند المحدثین ضعیف ہیں سو اول تو جن قواعد پر محدثین نے قوۃ اور ضعف حدیث کو مبنی کیا ہے جن میں بڑا امر راوی کا ثقہ و ضابط ہونا ہے وہ سب قواعد ظنی ہیں چنانچہ بعض قواعد میں خود محدثین مختلف ہیں۔ اسی طرح کسی راوی کا ثقہ و غیر ثقہ ہونا خود ظنی ہے چنانچہ[1] بہت سی روایت میں بھی محدثین

[1] چنانچہ بہت سے روایۃ الخ اور جرح کی تقدیم تعدیل پر مشروط بقیود کثیرہ ہے جس کا اجتماع ہر جگہ غیر مسلم ہے چنانچہ کتب فن سے واضح ہے ۱۲ امنہ

مختلف ہیں جب یہ قواعد ظنی ہیں تو کیا ضرور ہے کہ سب پر حجت ہوں اگر فقہاء ترجیح بین الاحادیث کیلئے دوسرے قواعد دلیل سے تجویز کریں جیسا کتب اصول میں مذکور ہیں تو اُن پر انکار کی کوئی وجہ نہیں پس ممکن ہے کہ وہ حدیث قواعد محدثین کے اعتبار سے قابل احتجاج نہو اور قواعد فقہاء کے موافق قابل استدلال ہو۔ علاوہ اس کے کبھی قرائن کے انضمام سے اُس کا ضعف منجبر ہو جاتا ہے جیسا کہ فتح القدیر مطبوعہ کشوری کے ص۲۹۳ و ۲۹۴ بحث تکبیر جنازہ میں لکھا ہے دوسرے یہ کہ حدیث کا ضعف اس کی صفت اصلیہ تو ہے نہیں راوی کی وجہ سے ضعف آجاتا ہے پس ممکن ہے کہ مجتہد کو بسند صحیح پہنچی ہو اور بعد میں کوئی راوی ضعیف اس میں آگیا پس ضعف متاخر مستدل متقدم کو مضر نہیں اور اگر مقلد متاخر کے استدلال میں مضر ہونے کا شبہ ہو تو اول تو یہ کہ مقلد محض تبرعاً دلیل بیان کرتا ہے اس کا استدلال قول مجتہد سے ہے ثانیاً جب مجتہد کا اس حدیث سے استدلال ہو چکا اور استدلال موقوف ہے حدیث کی صحت پر گویا مجتہد نے اس حدیث کی تصحیح کردی اور یہی معنی ہیں علماء کے اس قول کے المجتہد اذا استدل بحدیث کان تصحیحا لہ پس گو سند اس کی معلوم نہ ہو مگر مقلد کے نزدیک مثل تعلیقات بخاری کی یہ حدیث صحیح ہوگئی پس اس کے استدلال میں مضر نہوئی۔ رہا یہ شبہ کہ اس کی دلیل کیا ہے کہ مجتہد نے اس سے تمسک کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کے موافق اُس کا قول وعمل ہونا دلیل ظنی ہے اس کے ساتھ تمسک کرنے پر چنانچہ حاشیہ نسائی ص۱۰۳ میں ابن ہمام کا قول ایک حدیث کے متعلق نقل کیا ہے کہ ترمذی کا العمل علیہ عند اھل العلم کہنا قوۃ اصل حدیث کو مقتضی ہے گو خاص طریق ضعیف ہوا لخ اور ظاہر ہے کہ یہ اقتضا جب ہی ہو سکتا ہے جب اس حدیث کو ان کا متمسک ٹھیرایا جاوے پس ظن تمسک ثابت ہو گیا اور مسائل ظنیہ میں مقدمات ظنیہ کافی ہیں۔ رہا غیر ثابت ہونا سو اول تو اکثر ایسی احادیث روایت بالمعنی ہیں بعض جگہ اُنکے شواہد دوسری حدیث میں موجود ہیں چنانچہ کتب تخریج سے معلوم ہو سکتا ہے۔ تیسرے یہ کہ دلیل کے بطلان سے بطلان مدلول لازم نہیں آتا جیسا شبہ چہاردہم کے جواب میں گذر چکا کیونکہ ممکن ہے کہ اس کا استدلال دوسری دلیل شرعی معتبر سے ہو جیسے قیاس پس کسی حدیث خاص کا ضعف یا عدم ثبوت اُس کے دعوے میں مضر و قادح نہیں ہو سکتا اور اگر تحقیق ہو جاوے کہ بالکل اس مسئلہ میں کوئی دلیل معتبر نہیں ہے اور حدیث صحیح صریح کے خلاف ہے تو اس کے متعلق اجمالاً تو جواب شبہ چہاردہم میں گذر چکا ہے اور تفصیلاً انشاء اللہ تعالیٰ مقصد دوم میں آتا ہے۔

شبہ نوزدہم اگر تقلید کی جاوے کسی مجتہد کی جاوے امام ابوحنیفہؒ تو مجتہد بھی نہ تھے کیونکہ مجتہد ہونے کے لئے معرفت احادیث کثیرہ کی شرط ہے اور بقول بعض مورخین انکو کل سترہ ہی حدیثیں پہنچی تھیں اسی طرح ان کو روایت حدیث میں بعض نے ضعیف کہا ہے پس نہ اُن کے مسائل پر وثوق ہے نہ اُن کی روایت پر اعتماد ہے جواب جس مورخ نے یہ قول سترہ حدیث پہنچنے کا نقل کیا ہے خود اس مورخ نے حضرت امام صاحبؒ کی نسبت یہ عبارت لکھی ہے۔

ویدل علی انہ من کبار المجتہدین فی الحدیث اعتماد مذہبہ فیما بینہم والتعویل علیہ اعتبارہ ردا وقبولا انتہی ترجمہ یعنی امام ابو حنیفہ کی حدیث میں بڑے مجتہد ہونے کی دلیل یہ ہے کہ علما کے درمیان اُن کا مذہب معتمد سمجھا گیا ہے اور اُس کو مستند و معتبر رکھا گیا ہے کہیں بحث و مباحثہ کے طور پر کہیں قبول کے طور پر اور حسب بقول صاحب شبہ مجتہد ہونے کیلئے محدث ہونا ضرور ہے اور واقع میں بھی اسی طرح ہے اور اس مورخ کے قول سے اُن کا مجتہد ہونا ثابت ہے پس لامحالہ اُن کا محدث ہونا بھی ثابت ہو گیا جیسا ظاہر ہے لان وجود الملزوم یستلزم وجود اللازم پھر جو اس مورخ نے ایسا قول لکھدیا ہے جو خود اس کی اس تحقیق مذکورہ کے خلاف ہے سو یا تو خود اس کی یا کسی کاتب و ناقل کی غلطی ہے یا کسی دوسرے کا قول نقل کر دیا ہے اور یقال سے اس کا ضعیف ہونا بھی بتلا دیا ہے علاوہ اس کے یہ قول خود عقل اور نقل کے مخالف ہے اس لئے اس کی اگر تاویل نہ کی جائے باطل محض ہے اور چونکہ یہ مورخ حسب تصریح شمس الدین سخاوی علوم شرعیہ میں ماہر نہیں ہے اس لئے اس سے ایسے قول باطل کا صدور ایسے منقولات میں جن کا تعلق علوم شرعیہ سے ہے امر عجیب نہیں نقل کے خلاف تو اسلئے ہے کہ اگر کوئی شخص امام محمد کے موطا و کتاب الحج و کتاب الآثار و سیر کبیر اور امام ابو یوسف کی کتاب الخراج اور مصنف ابن ابی شیبہ اور مصنف عبد الرزاق اور دار قطنی و بیہقی و طحاوی کی تصانیف کو مطالعہ کرکے ان میں سے امام صاحب کے مرویات مرضیہ کو جمع کرکے گنے تو اس قول کا کذب واضح ہو جائیگا اور عقل کے خلاف اسلئے ہے کہ امام صاحب بقول بعض محدثین مثل ابن حجر عسقلانی۔ ان کے ایک قول کے موافق تبع تابعین سے ہیں اور بقول بعض محدثین مثل خطیب بغدادی و دارقطنی و ابن الجوزی و نووی و ذہبی و ولی الدین عراقی و ابن حجر مکی و سیوطی اور ایک قول ابن حجر عسقلانی کے تابعین سے ہیں تو جو شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اسقدر قریب ہو اور وہ زمانہ بھی شیوع علم و اشاعت دین کا ہو عقل کس طرح تجویز کر سکتی ہے کہ اس شخص کو کل سترہ حدیثیں پہنچی ہوں اور خود مورخ نے تصریح کر دی ہے کہ جو امر تاریخی صریح عقل کے خلاف ہو وہ مقبول نہیں پس امام صاحب کے مجتہد نہونے کا شبہ بالکل رفع ہو گیا۔ رہا روایات میں ضعیف ہونا سو ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں یحیی ابن معین کا قول امام صاحب کی شان میں نقل کیا ہے لاباس بہ لم یکن متہما ترجمہ امام صاحب میں کوئی خرابی نہیں اور اُن پر شبہہ غلطی کا نہیں اھ اور ابن معین جیسے رئیس النقاد کا یہ کہدینا حسب تصریح حافظ ابن حجر عسقلانی وغیرہ بجائے ثقہ کہنے کے ہے اور ابن عبد البر نے ذکر کیا ہے عن علی ابن المدینی ابو حنیفہ روی عنہ الثوری وابن المبارک وحماد بن زید وہشام ووکیع وعباد بن العوام وجعفر بن عون وہو ثقۃ لاباس بہ وکان شعبۃ حسن الرائ فیہ وقال یحیی بن معین اصحابنا یفرطون فی ابی حنیفۃ و صحابہ فقیل لہ اکان یکذب قال لا ترجمہ علی بن المدینی سے منقول ہے کہ ابو حنیفہ سے ثوری اور ابن

المبارک اور حماد بن زید اور ہشام اور وکیع اور عباد بن عوام اور جعفر بن عون نے روایت کی ہے اور وہ ثقہ تھے ان میں کوئی امر خدشہ کا نہ تھا اور شعبہ کی رائے ان کے بارہ میں اچھی تھی اور یحیی بن معین نے فرمایا کہ ہمارے لوگ امام ابوحنیفہؒ اور اُن کے اصحاب کے بارے میں بہت افراط و تفریط کرتے ہیں کسی نے یحیی سے پوچھا کہ آیا وہ غلط روایت بھی کرتے تھے انہوں نے کہا نہیں۔ ایسے اکابر کی تصریح کے بعد شبہہ تضعیف کی بھی گنجائش نہیں رہی ہذا کلہ ملتقطہ من مقدمۃ عمدۃ الرعایۃ للشیخ مولانا عبد الحی اللکھنوی۔

شبہہ بستم غنیہ میں اصحاب ابوحنیفہ کو مرجیہ میں شمار کیا ہے پس حنفیہ کا اہل باطل ہونا معلوم ہوا جواب غنیہ اس وقت مجھکو ملی نہیں اسکی عبارت دیکھکر معلوم نہیں کیا جواب سمجھ میں آتا لیکن سردست شرح مواقف کی ایک عبارت جو مقام تعداد فرق باطلہ میں ہے نقل کرتا ہوں وہ جواب کے لئے کافی ہے اول مرجیہ کے فرقوں میں سے ایک فرقہ غسانی منسوب بہ غسان کوفی لکھا ہے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں وغسان کان یحکیہ عن ابی حنیفۃ ویعدہ من المرجیۃ وھو افتراء علیہ قصد بہ ترویج مذھبہ بموافقۃ رجل کبیر قال الآمدی ومع ھذا فاصحاب المقالات قد عدوا اباحنیفۃ واصحابہ من مرجئۃ اھل السنۃ ولعل ذلک لان المعتزلۃ فی الصدر الاول کانوا یلقبون من خالفھم فی القدر مرجیا اولانہ قال الایمان ھو التصدیق ولا یزید ولا ینقص فظن ان الارجاء تاخیر العمل عن الایمان ولیس کذلک اذ عرف منہ المبالغۃ فی العمل والاجتہاد فیہ ترجمہ اور غسان اپنے قول مذکور کو امام ابوحنیفہ سے نقل کیا کرتا تھا اور ان کو مرجیہ میں شمار کیا کرتا تھا حالانکہ یہ ان پر افترا محض تھا جس سے مقصود یہ تھا کہ ایک بڑے شخص کی موافقت سے اپنے مذہب کو رواج دے علامہ آمدی کہتے ہیں اور باوجود اس کے ناقلین اقوال نے امام ابوحنیفہ کو اور ان کے اصحاب کو مرجیہ اہل سنت سے شمار کیا ہے اور غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ معتزلہ زمانہ سابق میں ان لوگوں کو جو اُن کے ساتھ مسئلہ قدر میں مخالفت کرتے تھے مرجیہ کا لقب دیتے تھے اور یا یہ وجہ ہے کہ امام صاحب کا قول ہے کہ ایمان حقیقت تصدیق ہے اور وہ زائد و ناقص نہیں ہوتا اسلئے اُن پر ارجاء کا شبہہ کر لیا گیا کہ وہ عمل کو ایمان سے مؤخر کرتے ہیں اور حالانکہ اس شبہ کی گنجائش نہ تھی کیونکہ اُن کا مبالغہ اور کوشش عبادت میں معروف و مشہور ہے آہ اس عبارت سے کئی جواب مفہوم ہوئے نمبر۱ غسان نے اپنی غرض فاسد سے آپ افترا کیا نمبر۲ معتزلہ نے عناداً اہل سنت کو مرجیہ کہا جس میں امام صاحب بھی آگئے۔ نمبر۳ امام صاحب کی تفسیر ایمان سے غلط شبہہ پڑ گیا۔ پس غنیہ کی عبادت یا ماؤل ہے یا نقل میں لغزش ہے کیونکہ کیونکہ مرجیہ کے عقائد باطلہ مشہور ہیں اور حنفیہ کی کتابوں میں ان کا رد و ابطال موجود ہے پھر اس کا احتمال کب ہو سکتا ہے **شبہہ بست و یکم** اپنے کو بجائے اسکے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی طرف نسبت کر کے محمدی کہا جاوے

لہ ایسے اکابر کی الخ اور جن کے کلام میں ایسا پایا جاتا ہے وہ بقول محققین ناشی تعصب سے ہے اس لئے معتبر نہیں ۱۲ منہ

امام ابوحنیفہؒ کی طرف نسبت کرنا اور حنفی کہنا گناہ یا شرک ہے جواب اول اس نسبت کے معنی دریافت کرنا چاہئے تاکہ اسکا حکم معلوم ہو سو جاننا چاہئے کہ حنفی کے معنی ہیں امام ابوحنیفہؒ کے مذہب پر چلنے والا اب یہ دیکھنا چاہئے کہ اس ترکیب میں مذہب کی نسبت غیر نبی کی طرف کی گئی ہے آیا یہ کسی علاقہ سے جائز ہے یا نہیں سو عرباض بن ساریہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین الحدیث رواہ احمد وابوداؤد والترمذی وابن ماجہ مشکوٰۃ انصاری ص۲۲ یعنی اختیار کرو تم میرے طریقہ کو اور خلفاء راشدین مہدیین کے طریقہ کو اھ دیکھئے اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دینی طریقہ کو خلفاء راشدین کی طرف مضاف اور منسوب فرما دیا تو معلوم ہوا کہ کسی طریق دینی کا نسبت کر دینا غیر نبی کی طرف کسی ملابست سے جائز ہے پس اگر کسی نے مذہب کو کہ ایک طریق دینی ہے امام صاحب کی طرف اس اعتبار سے کہ وہ اس کو سمجھکر بتلانے والے ہیں منسوب کر دیا تو اس میں کونسا گناہ یا شرک لازم آگیا البتہ اگر اس نسبت کے معنی یہ ہوتے کہ نعوذ باللہ ان کو احکام کا مالک مستقل سمجھا جاتا تو بلاشبہہ شرک ہوتا مگر اس معنی کے اعتبار سے خود نبی کی طرف نسبت کرنا جائز نہیں ہوگا قال اللہ تعالی ویکون الدین کلہ للہ یعنی دین سب اللہ ہی کا ہے لیکن ایسا کوئی مسلمان نہیں جو اس اعتبار سے دین کی نسبت غیر نبی یا غیر اللہ کی طرف کرے، رہا یہ کہنا کہ بجائے محمدی کے الخ سو غلط محض ہے کیونکہ جب مقصود قائل کا عیسائی ویہودی سے امتیاز ظاہر کرنا ہو اس وقت محمدی کہا جاتا ہے اور جب محمدیوں کے مختلف طریق میں سے ایک خاص طریق کا بتلانا ہو اس وقت حنفی وغیرہ کہا جاتا ہے بلکہ اس وقت محمدی کہنا محض تحصیل حاصل ہے پس ہر ایک کا موقع جدا جدا ہوا بجائے محمدی کے حنفی کوئی نہیں کہتا شبہہ بست و دوم تم لوگ بعض مسائل میں صاحبین کا قول لے لیتے ہو یا کہیں دوسرے ائمہ کے بعض اقوال پر فتوے دیدیتے ہو پھر تقلید شخصی کہاں رہی۔ جواب۔ صاحبین تو اصول میں خود امام صاحب کے مقلد ہیں صرف بعض جزئیات کی تفریع میں جو کہ اُن ہی اصول سے مستخرج ہیں اختلاف کرتے ہیں لہذا بعض مسائل میں حسب قواعد رسم المفتی صاحبین کا قول لے لیتے ہیں اس سے ترک تقلید لازم نہیں آتا کیونکہ شخصیت میں زیادہ مقصود بالنظر اصول ہیں رہا دوسرے ائمہ کے بعض اقوال لے لینا سو یہ بضرورت شدیدہ ہوتا ہے اور ضرورت کا موجب تخفیف ہونا خود شرع سے ثابت ہے اور جو مفاسد ترک تقلید شخصی میں مذکور ہوئے ہیں وہ بھی اس میں نہیں ہیں اور مقصود تقلید شخصی سے ان ہی مفاسد کا بند کرنا ہے پس اپنے مقصود کے اعتبار سے تقلید شخصی اب بھی باقی ہے شبہہ بست و سوم مقلدین جن اقوال پر عمل کرتے ہیں ان کی سند متصل صاحب مذہب تک نہیں پھر انکی تقلید کیسی ہو سکتی ہے جواب سند کی ضرورت اخبار احاد میں ہے اور متواتر میں کوئی حاجت نہیں اسی وجہ سے قرآن کے اتصال سند کا اہتمام ضروری نہیں سمجھا گیا پس ان اقوال کی نسبت صاحب مذہب تک متواتر ہے کیونکہ جب سے اُن سے یہ اقوال صادر ہوئے ہیں غیر محصور آدمی انکو ایک دوسرے سے اخذ کرتے رہے گو تعیین انکی اسماء

وصفات کی نہ کی جائے پس یہ نسبت متیقن ہی یا بعض میں مظنون اور عمل کے لئے دونوں کافی ہیں شبہہ بست و
چہارم بعض مسائل میں روایات فقہیہ باہم مختلف ہیں اور بعض جزئیات جدید الوقوع سے روایات فقہیہ ساکت
ہیں پس صورت اولی میں وہ مفاسد لازم آوینگے جو عدم تعیین مذہب واحد میں مذکور ہوئے اور صورت ثانیہ میں اجتہاد
واستعمال کرنا پڑے گا جس کا منقطع ہونا ونیز موجب مفاسد ہونا مذکور ہوچکا ہی پس محذور مشترک رہا جواب اول تو
مہمات مسائل جن میں اختلاف ہونا موجب مفاسد تھا مختلف فیہ یا مسکوت عنہ نہیں ہیں پھر ایسی روایات مختلفہ میں
اکثر خود فقہاء نے راجح ومرجوح کی تعیین کردی ہے پس وہاں تو شبہہ ہی نہیں اور جہاں جانبین میں تساوی ہو تو چونکہ
بہ نسبت مجموعہ اقوال کل مذاہب کے اسکی مقدار بھی قلیل ہی پھر وہ سب ایک ہی اصول سے متقید و وابستہ ہیں اسلئے ایسا
اطلاق جو موجب مفاسد ہو لازم نہ آویگا اسی طرح جزئیات مسکوت عنہا کا جواب مذہب خاص کے اصول سے مستخرج ہوگا
اور جواب شبہہ نہم میں گذر چکا ہی کہ ایسا مقید اجتہاد بعض مسائل میں اب بھی مفقود نہیں اسلئے اس میں بھی ایسا اطلاق
نہ ہوگا جو موجب مفاسد ہو اور مقصود بالذات انسداد مفاسد کا ہی جیسا ابھی جواب شبہہ بست و دوم میں بیان ہوا ہی شبہہ
بست و پنجم بعض متشددین تقلید شخصی کو مثل فرائض و واجبات مقصود بالذات کے بلکہ اس سے بھی بڑھکر سمجھتے ہیں اور غایت
جمود سے قرآن وحدیث کے احکام کا ذرا پاس نہیں کرتے جو یقیناً عقیدہ فاسدہ ہی اور شرع میں یہ قاعدہ مقرر ہی کہ جو
امر موجب فساد عقیدہ خلق ہو وہ ممنوع ہوتا ہی پس تقلید شخصی کو منع کرنا ضرور ہوا۔ جواب یہ قاعدہ ان امور میں
ہے جو شرعاً ضروری نہوں جیسا مقصد پنجم کے اخیر میں اس حدیث کے ذیل میں اس تخصیص کی طرف اشارہ گذر چکا ہی جس
میں حضرت عمرؓ کا یہود کی کچھ باتیں لکھنے کی اجازت طلب کرنے کا ذکر ہی اور جو امر شرعاً واجب ہو اگر اس میں مفاسد لازم
آویں تو ان مفاسد کو روکا جاویگا اور اہل مفاسد کی اصلاح کی جاوے گی خود اس امر کو نہ روکیں گے ورنہ خود ظاہر ہے کہ
تبلیغ قرآن بعض کیلئے موجب زیادۃ ضلالۃ ہوتا تھا مگر تبلیغ کو ایک روز بھی ترک نہیں کیا گیا پس جب تقلید شخصی کا وجوب
دلائل شرعیہ سے اوپر ثابت ہوچکا ہی تو اگر اس میں کوئی مفسدہ دیکھا جائیگا اسکی اصلاح کی جاوے گی تقلید شخصی سے نہ روکیں
گے چنانچہ رسالہ ہذا میں بھی کئی جگہ طبعاً وضمناً اس غلو سے روکا گیا ہی اور استقلالاً وقصداً مقصد ہفتم میں آتا ہی ہر چند کہ اس مقام میں کل
پچیس شبہوں کا جواب مذکور ہی لیکن امید ہی کہ انشاء اللہ تعالی یہی تقریریں قدرے تغیر وتبدل کے ساتھ دوسرے شبہات کیلئے
کافی ہوں گی ورنہ اللہ تعالی سلامت رکھے علماء بتلانے کے لئے جابجا موجود ہیں ان سے مراجعت کریں مقصد ہفتم جس طرح
تقلید کا انکار قابل ملامت ہی۔ اسی طرح اس میں غلو وجمود بھی موجب مذمت ہی اور تعیین طریق حق کے اوپر ثابت ہوچکا
ہے کہ تقلید مجتہد کی اسکو شارع وبانی احکام سمجھکر نہیں کی جاتی بلکہ اسکو مبین احکام اور موضح شرائع ومظہر
مراد اللہ ورسول ؐ اعتقاد کرکے کی جاتی ہی پس جب تک کوئی امر منافی اور رافع اس اعتقاد کا نہ پایا جاوے گا اس
وقت تک تقلید کی جاوے گی اور جس مسئلہ میں کسی عالم وسیع النظر ذکی الفہم منصف مزاج کو اپنی تحقیق سے یا کسی عالمی

کو کسی ایسے عالم سے بشرطیکہ متقی بھی ہو بشہادت قلب معلوم ہو جاوے کہ اس مسئلہ میں راجح دوسری جانب ہے تو دیکھنا چاہیئے کہ اس مرجوح جانب میں بھی دلیل شرعی سے عمل کی گنجائش ہے یا نہیں؟ اگر گنجائش ہو تو ایسے موقع پر جہاں احتمال فتنہ وتشویش عوام کا ہو مسلمانوں کو تفریق کلمہ سے بچانے کے لئے اولیٰ یہی ہے کہ اس مرجوح جانب پر عمل کرے دلیل اس کی یہ حدیثیں ہیں **حدیث اوّل** عن عائشۃ قالت قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم الم تر ان قومك حین بنوا الکعبۃ اقتصروا عن قواعد ابراھیم فقلت یارسول اللّٰہ الا تردھا علی قواعد ابراھیم فقال لولا حدثان قومك بالکفر لفعلت الحدیث اخرجہ الستۃ الا ابا داؤد تیسیر کلکتہ ص۴۶۵ کتاب الفضائل باب ۱۰ دس فصل ثانی **ترجمہ** حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ مجھ سے ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ تم کو معلوم نہیں کہ تمہاری قوم یعنی قریش نے جب کعبہ بنایا ہے تو بنیاد ابراہیمی سے کمی کر دی ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ پھر آپ اسی بنیاد پر تعمیر کرا دیجیئے فرمایا کہ اگر قریش کا زمانہ کفر سے قریب نہ ہوتا تو میں ایسا ہی کرتا روایت کیا اسکو بخاری ومسلم نے ترمذی اور نسائی اور مالک نے **ف** یعنی لوگوں میں خواہ مخواہ تشویش پھیل جاویگی کہ دیکھو کعبہ گرا دیا اس لئے اس میں دست اندازی نہیں کرتا دیکھئے باوجودیکہ جانب راجح یہی تھے کہ قواعد ابراہیمی پر تعمیر کرا دیا جاتا مگر چونکہ دوسری جانب بھی یعنی ناتمام رہنے دینا بھی شرعاً جائز تھی گو مرجوح تھی آپ نے بخوف فتنہ وتشویش اسی جانب مرجوح کو اختیار فرمایا چنانچہ جب یہ احتمال رفع ہو گیا تو **حضرت عبد اللہ** بن زبیرؓ نے اسی حدیث کی وجہ سے اسکو درست کر دیا گو پھر تعمیر کو حجاج بن یوسف نے قائم نہیں رکھا غرض حدیث کی دلالت مطلوب مذکور پر صاف ہے **حدیث دوم** عن ابن مسعود انہ صلی اربعا فقیل لہ عبت علی عثمان ثم صلیت اربعا فقال الخلاف شر اخرجہ ابو داؤد تیسیر کلکتہ ص۲۳۹ کتاب الصلوۃ باب ثامن **ترجمہ** حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے (سفر میں) فرض چار رکعت پڑھی کسی نے پوچھا کہ تم نے حضرت عثمانؓ پر (قصر نکرنے میں) اعتراض کیا تھا پھر خود چار پڑھی آپ نے جواب دیا کہ خلاف کرنا موجب شر ہے روایت کیا اسکو ابو داؤد نے **ف** اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ باوجودیکہ ابن مسعودؓ کے نزدیک جانب راجح سفر میں قصر کرنا ہے مگر صرف شر وخلاف سے بچنے کیلئے اتمام فرمالیا جو جانب مرجوح تھی مگر معلوم ہوتا ہے کہ اسکو بھی جائز سمجھتے تھے بہر حال ان حدیثوں سے اسکی تائید ہو گئی کہ اگر جانب مرجوح بھی جائز ہو تو اسی کو اختیار کرنا اولیٰ ہے اور اگر اس جانب مرجوح میں گنجائش عمل نہیں بلکہ ترک واجب یا ارتکاب امر ناجائز لازم آتا ہے اور بجز قیاس کے اُس پر کوئی دلیل نہیں پائی جاتی اور جانب راجح میں حدیث صحیح صریح موجود ہے اس وقت بلا تردد حدیث پر عمل کرنا واجب ہوگا اور اُس مسئلہ میں کسی طرح تقلید جائز نہ ہوگی کیونکہ اصل دین قرآن وحدیث ہے اور تقلید سے یہی مقصود ہے کہ قرآن وحدیث پر سہولت وسلامتی سے عمل ہو جب دونوں میں موافقت نہ رہی قرآن وحدیث پر عمل ہوگا ایسی حالت میں بھی اسی پر جمار ہنا یہی تقلید

جسکی مذمت قرآن وحدیث واقوال علماء میں آئی ہے چنانچہ حدیث ہے عن عدی بن حاتم قال اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وسمعتہ یقرأ اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ قال انھم لم یکونوا یعبدونھم ولکنھم کانوا اذا احلوا شیئا استحلوہ واذا حرموا علیھم شیئا حرموہ اخرجہ الترمذی تیسیر کلکتہ ص۵۹ کتاب التفسیر سورہ براءۃ ترجمہ حضرت عدی بن حاتم سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوا اور آپ کو یہ آیت پڑھتے سنا جسکا ترجمہ یہ ہے کہ اہل کتاب نے اپنے علماء اور درویشوں کو رب بنا رکھا تھا خدا کو چھوڑ کر اور ارشاد فرمایا کہ وہ لوگ اُنکی عبادت نکرتے تھے لیکن وہ جس چیز کو حلال کہدیتے وہ اُسکو حلال سمجھنے لگتے اور جس چیز کو حرام کہدیتے اسکو حرام سمجھنے لگتے روایت کیا اسکو ترمذی نے مطلب یہی ہے کہ اُنکے اقوال کو یقیناً انکے نزدیک بھی کتاب اللہ کے خلاف ہوتے مگر ان کو کتاب اللہ پر ترجیح دیتے سو اس کو آیت وحدیث میں مذموم فرمایا گیا اور تمام اکابر محققین کا یہی معمول رہا کہ جب انکو معلوم ہو گیا کہ یہ قول ہمارا یا کسی کا خلاف حکم خدا رسول کے ہی فوراً ترک کر دیا چنانچہ حدیث میں ہے عن نمیلۃ الانصاری قال سئل ابن عمر عن اکل القنفذ فتلا قال لا اجد فیما اوحی الی محرما علی طاعم یطعمہ الایۃ فقال شیخ عندہ سمعت اباھریرۃ یقول ذکر القنفذ عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال خبیث من الخبائث فقال ابن عمر ان کان قال ھذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکما قال اخرجہ ابوداؤد تیسیر کلکتہ ص۱۳۰ کتاب الطعام باب ثانی فصل اول القنفذ ترجمہ نمیلہ انصاری سے روایت ہے کہ کسی نے ابن عمرؓ سے کچھوے کے کھانے کو پوچھا اُنہوں نے یہ آیۃ قل لا اجد الخ پڑھدی جس استنباط کرنا حکم حلت کا تھا ایک معمر آدمی اُنکے پاس بیٹھے تھے اُنہوں نے کہا کہ میں نے ابوہریرۃؓ سے سُنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کچھوے کا ذکر آیا تو آپنے یہ فرمایا کہ منجملہ خبائث کے وہ بھی خبیث ہے ابن عمرؓ نے فرمایا کہ اگر یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی ہے تو حکم یونہی ہے جس طرح حضور نے فرمایا روایت کیا اسکو ابوداؤد نے" اور علماء حنفیہ بھی ہمیشہ اس عمل کے پابند رہے ہیں چنانچہ جواب شبہہ چہار دہم میں ان حضرات کا امام صاحب کے بعض اقوال کو ترک کر دینا مذکور ہو چکا ہے جن سے منصف آدمی کے نزدیک ان حضرات پر تعصب وتقلید جامد کی اُس تہمت کا غلط ہونا متیقن ہو جاویگا جسکا منشا اکثر روایت پر بلا درایت نظر کرنا ہے اور مقصد سوم میں اسی نظر کا غیر معتمد علیہ ہونا ثابت کر دیا گیا ہے لیکن اس مسئلہ میں ترک تقلید کے ساتھ بھی کسی مجتہد کی شان میں گستاخی و بدزبانی کرنا یا دل سے بدگمانی کرنا کہ اُنہوں نے اس حدیث کی مخالفت کی ہے جائز نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ اُن کو یہ حدیث نہ پہنچی ہو یا بسند ضعیف پہنچی ہو یا اسکو کسی قرینہ شرعیہ سے مأول سمجھا ہو اسلئے وہ معذور ہیں اور حدیث نہ پہنچنے سے اُنکے کمال علمی میں طعن کرنا بھی بدزبانی میں داخل ہے کیونکہ بعض حدیثیں اکابر صحابہ کو جن کا کمال علمی مسلم ہے کسی وقت تک نہ پہنچی تھیں مگر اُن کے کمال علمی میں اسکو موجب نقص نہیں کہا گیا چنانچہ حدیث میں ہے

عن عبید بن عمیر فی قصۃ استیذان ابی موسیٰ علی عمرؓ قال عمرؓ خفی علی ھذا من امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم الھانی الصفق بالاسواق الحدیث باختصار بخاری جلد ثانی صفحہ ۱۰۹۲ ترجمہ عبید بن عمیر سے حضرت ابو موسیٰ کی حضرت عمرؓ کے پاس آنے کی اجازت مانگنے کے قصہ میں روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مجھ سے مخفی رہ گیا مجکو بازاروں میں جا کر سودا سلف کرنے نے مشغول کر دیا روایت کیا اس کو بخاری نے ف دیکھو اس قصہ میں تصریح ہے کہ حضرت عمرؓ کو اس وقت تک حدیث استیذان کی اطلاع نہ تھی لیکن کسی نے ان پر عدم علم کا طعن نہیں کیا یہی حال مجتہد کا سمجھو کہ اُس پر طعن کرنا مذموم ہے اسی طرح مجتہد کے اس مقلد کو جسکو اب تک اس شخص مذکور کی طرح اس مسئلہ میں شرح صدر نہیں ہوا اور اُس کا اب تک یہی حسن ظن ہے کہ مجتہد کا قول خلاف حدیث نہیں ہے اور وہ اس گمان سے اب تک اس مسئلہ میں تقلید کر رہا ہے اور حدیث کو رد نہیں کرتا لیکن وجہ موافقت کو مفصل سمجھتا بھی نہیں تو ایسے مقلد کو بھی بوجہ اسکے کہ وہ بھی دلیل شرعی سے متمسک ہے اور اتباع شرع ہی کا قصد کر رہا ہے برا کہنا جائز نہیں اسی طرح اس مقلد کو اجازت نہیں کہ ایسے شخص کو برا کہے جس نے بعد رفع تردد کے اس مسئلہ میں تقلید ترک کر دی ہے کیونکہ اُن کا یہ اختلاف ایسا ہے جو سلف سے چلا آیا ہے جس کے باب میں علماء نے فرمایا ہے کہ اپنا مذہب ظناً صواب محتمل خطا اور دوسرا مذہب ظناً خطا محتمل صواب ہے جس سے یہ شبہہ بھی رفع ہو جاتا ہے کہ جب سب حق ہیں تو ایک ہی پر عمل کیوں کیا جاوے پس جب دوسرے میں بھی احتمال ثواب ہے تو اس میں کسی کی تضلیل یا تفسیق یا بدعتی وہابی کا لقب دینا اور حسد و بغض و عناد و نزاع و غیبت و سب و شتم و طعن و لعن کا شیوہ اختیار کرنا جو قطعاً حرام ہیں کس طرح جائز ہوگا البتہ جو شخص عقائد یا اجماعیات میں مخالفت کرے یا سلف صالحین کو برا کہے وہ اہل سنت و جماعت سے خارج ہے کیونکہ اہل سنت و جماعت وہ ہیں جو عقائد میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے طریقہ پر ہوں اور یہ مور انکے عقائد کے خلاف ہیں لہذا ایسا شخص اہل سنت سے خارج اور اہل بدعت و ہویٰ میں داخل ہے اسی طرح جو شخص تقلید میں ایسا غلو کرے کہ قرآن و حدیث کو رد کرنے لگے ان دونوں قسم کے شخصوں سے حتی الامکان اجتناب و احتراز لازم سمجھیں اور مجادلہ و معارضہ سے بھی اعراض کریں و ھذا ھو الحق الوسط و اما ما عدا ذلک فغلط و سقط اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ والباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ

خاتمہ اس میں چند مسائل جزئیہ نماز کے دلائل حدیث سے لکھے ہیں تاکہ ظاہر ہو جاوے کہ مقلدین حنفیہ بھی عامل بالحدیث ہیں اور ان مسائل کے تخصیص کی دو وجہ ہیں اول تو یہ کہ ان میں شور و شغب زیادہ ہے دوسرے یہ وسوسہ آ سکتا ہے یا ڈالا جا سکتا ہے کہ جس مذہب کی نماز ہی جو کہ اشرف العبادات اور روزانہ متکرر الوقوع ہے حدیث کے خلاف ہو اس مذہب کے حق ہونے کا کب احتمال ہو سکتا ہے سو اس سے یہ وسوسہ دفع ہو جاوے گا اور ہمارا یہ دعویٰ نہیں کہ ان مسائل میں دوسری جانب حدیث نہیں بلکہ اس مقام پر یہ دعویٰ کرنا بھی

ضروری نہیں کہ دوسری جانب مرجوح ہو نہ یہ دعویٰ ہے کہ ان استدلالات میں کوئی خدشہ یا احتمال نہیں کیونکہ مسائل ظنیہ کیلئے دلائل ظنیہ کافی ہیں اور ایسے احتمالات مضر ظنیت نہیں ہوتے بلکہ مقصود صرف یہ ظاہر کرنا ہے کہ ہم بھی بے راہ نہیں چل رہے تاکہ موافقین تردد سے اور معترضین بدزبانی و بدگمانی سے نجات پاویں اور اگر یہ شبہہ ہو کہ جب دوسری جانب بھی حدیث ہے تو تم اس حدیث کے کیوں مخالف ہوئے سو اس کا جواب یہ ہے کہ پھر تو دنیا میں کوئی عامل بالحدیث نہیں اصل یہ ہے کہ جب ایک حدیث کی وجہ سے دوسری حدیث میں مناسب تاویل کر لی جاتی ہے تو اس کی مخالفت بھی باقی نہیں رہتی وہ مسائل مع دلائل یہ ہیں **مسئلہ اولیٰ** ایک مثل پر ظہر کا وقت رہتا ہے **حدیث** عن ابی ذرؓ قال کنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر فاراد المؤذن ان یؤذن فقال له ابرد ثم اراد ان یؤذن فقال له ابرد ثم اراد ان یؤذن فقال له ابرد حتی ساوی الظل التلول فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان شدۃ الحر من فیح جھنم بخاری مطفائی جلد اول ص **ترجمہ** ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے مؤذن نے ارادہ کیا کہ اذان کہے آپ نے ارشاد فرمایا ذرا ٹھنڈا وقت ہونے دے پھر مؤذن نے ارادہ کیا آپ نے فرمایا اور ٹھنڈا ہونے دے پھر مؤذن نے ارادہ کیا آپ نے پھر فرمایا اور ٹھنڈا ہونے دے یہانتک کہ سایہ ٹیلوں کے برابر ہو گیا پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ گرمی کی شدت جہنم کی بھاپ ہے روایت کیا اس کو بخاری نے **ف** وجہ استدلال ظاہر ہے کہ مشاہدہ سے معلوم ہے کہ ٹیلہ کا سایہ جس وقت اس کی برابر ہوگا تو اور چیزوں کا سایہ ایک مثل سے بہت زیادہ معلوم ہوے گا جب اس وقت اذان ہوئی تو ظاہر ہے کہ عادۃً فراغ صلوٰۃ کے قبل ایک مثل مصطلح سے سایہ تجاوز کر جاوے گا اس سے ثابت ہوا کہ ایک مثل کے بعد وقت باقی رہتا ہے اور ایک استدلال حدیث قیراط سے مشہور ہے **مسئلہ دوم** وضو کرکے اپنے اندام نہانی کو ہاتھ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ عن طلق بن علیؓ قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن مس الرجل ذکرہ بعد ما یتوضأ قال وھل ھو الا بضعۃ منہ رواہ ابوداؤد والترمذی والنسائی وروی ابن ماجۃ نحوہ مشکوۃ انصاری ج ا صفہ ۳۲ **ترجمہ** طلق بن علیؓ سے روایت ہے کہ کسی نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ مسئلہ پوچھا کہ کوئی شخص بعد وضو کے اپنے اندام نہانی کو ہاتھ لگاوے تو آپ نے فرمایا وہ بھی آدمی ہی کا ایک پارہ گوشت ہے یعنی ہاتھ لگانے سے کیا ہو گیا، روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی نے اور ابن ماجہ نے اسکے قریب قریب **ف** دلالت حدیث کی مسئلہ پر ظاہر ہے **مسئلہ سوم** عورت کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا **حدیث** عن عائشۃؓ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقبل بعض ازواجہ ثم یصلی ولا یتوضأ رواہ ابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجہ مشکوۃ انصاری ج ا صہ ۳۳ **ترجمہ** حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنی بعض بیبیوں کا بوسہ لیتے پھر بدون تجدید وضو نماز پڑھ لیتے روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے حدیث دیگر

عن عائشۃ قالت کنت انام بین یدی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ورجلای فی قبلتہ فاذا سجد غمزنی فقبضت رجلی واذا قام بسطتھما فقالت والبیوت یومئذٍ لیس فیھا مصابیح متفق علیہ مشکوٰۃ انصاری صفحہ ۱۶ ج ۱

ترجمہ حضرت عائشہ رض سے روایت ہی کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے روبرو سوتی رہا کرتی اور میرے پاؤں آپ کی نماز کے رخ ہوتے تھے جب آپ سجدہ کرتے تو میرا بدن ہاتھ سے دبا دیتے میں اپنے پاؤں سمیٹ لیتی اور جب آپ کھڑے ہوتے تو میں پھر پھیلا لیتی اور حضرت عائشہ رض کہتی ہیں کہ ان دنوں میں گھروں میں چراغ کی عادت نہ تھی روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے **ف** پہلی حدیث سے قبلہ اور دوسری حدیث سے لمس کا غیر ناقض وضو ہونا ظاہر ہے **مسئلہ چہارم** وضو میں چوتھائی سر پر مسح کرنے سے فرض وضو ادا ہو جاتا ہی البتہ سنت پورے سر کا مسح ہے **حدیث** عن المغیرۃ بن شعبۃ قال ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم توضاء فمسح بناصیتہ الحدیث رواہ مسلم مشکوٰۃ انصاری صفحہ ۳۸ ج ۱ **ترجمہ** مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو کیا اور اپنے سر کے اگلے حصہ کا مسح کیا **ف** اس حدیث سے ظاہر ہے کہ آپ نے پورے سر کا مسح نہیں کیا بلکہ صرف اگلے حصہ کا کیا اور مسح کے معنی ہیں پھیرنا اور اگر ہاتھ سر پر پھیرنے کے لئے رکھا جائے تو بقدر ربع سر کے ہاتھ کے نیچے آتا ہی اس سے معلوم ہوا کہ اتنے مسح سے بھی وضو کا فرض ادا ہو جاتا ہی **مسئلہ پنجم** اگر وضو میں بسم اللہ نہ کہے تب بھی وضو ہو جاتا ہی البتہ ثواب میں کمی ہو جاتی ہی **حدیث** عن ابی ھریرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من ذکر اللہ تعالیٰ اول وضوءہ طھر جسدہ کلہ واذا لم یذکر اسم اللہ لم یطھر منہ الا موضع الوضوء اخرجہ رزین تیسیر کلکتہ صفحہ ۲۸۷ کتاب الطہارۃ باب رابع فصل ثالث ستہ تاسعہ **ترجمہ** ابو ہریرہ رض سے روایت ہی کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ جو شخص وضو کے شروع میں اللہ کا نام لے اس کا تو کل بدن پاک ہو جاتا ہی اور اگر اللہ کا نام نہ لے یعنی بسم اللہ نہ کہے اسکے اعضاء وضو پاک ہوتے ہیں۔ روایت کیا اس کو رزین نے **ف** سب کا اتفاق ہے کہ وضو میں فرض صرف اعضاء وضو کا دھونا ہی نہ تمام اعضائے بدن کا جب بدون بسم اللہ پڑھے ہوئے اعضائے واجب التطہیر طاہر ہو گئے تو اس کا وضو ادا ہو گیا **مسئلہ ششم** وضو میں بسم اللہ پکار کر نہ پڑھے **حدیث** عن انس قال صلیت خلف النبی صلے اللہ علیہ وسلم وابی بکر وعمر وعثمان فکانوا یستفتحون بالحمد للہ رب العالمین لا یذکرون بسم اللہ الرحمٰن الرحیم فی اول قرأۃ ولا فی اٰخرھا صحیح مسلم ج ۱ صفحہ ۱۷۲ **ترجمہ** حضرت انس رض سے روایت ہی کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر و حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی سب حضرات الحمد سے شروع کرتے تھے اور بسم اللہ نہ پڑھتے تھے نہ قرأۃ کے اول میں نہ آخر میں روایت کیا اس کو مسلم نے **ف** اس سے صاف معلوم ہوا کہ نہ الحمد

مسئلہ چہارم مسح ربع راس

مسئلہ پنجم تسمیہ در وضو

مسئلہ قرأۃ خلف الامام

میں بسم اللہ پکار کر پڑھی جاتی تھی اور نہ سورت میں **مسئلہ ہفتم** امام کے پیچھے کسی نماز میں خواہ سری ہو خواہ جہری نہ الحمد پڑھے نہ سورت پڑھے **حدیث** عن ابی موسی الاشعری وعن ابی ھریرۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واذا قرأ فانصتوا الحدیث مسلم ج ۱ ص ۱۷۴ ومشکوۃ ج ۱ ص ۸۱ عن ابی داود والنسائی وابن ماجہ **ترجمہ** ابو موسی اشعریؓ وابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جب امام نماز میں کچھ پڑھا کرے تو تم خاموش رہا کرو روایت کیا اس کو مسلم اور ابو داؤد اور نسائی اور ابن ماجہ نے **ف** اس حدیث میں نہ سری کی قید ہے نہ جہری کی نہ الحمد کی نہ سورت کی بلکہ نماز بھی مطلق ہے اور قرأۃ بھی مطلق ہے اسلئے سب کو شامل ہے پس دلالت مقصود پر واضح ہے اور یہ جو حدیث میں آیا ہے لا صلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب یعنی بدون الحمد کے نماز نہیں ہوتی ابو داؤد محدث نے سفیان سے جو بڑے مجتہد اور محدث ہیں اس کے یہ معنی نقل کئے ہیں لمن یصلی وحدہ یعنی اس شخص کے لئے کہ اکیلا نماز پڑھتا ہو نہ اس شخص کے لئے جو امام کے ساتھ پڑھے اور اس کی تائید اس حدیث موقوف سے ہوتی ہے **حدیث** عن ابی نعیم وھب بن کیسان انہ سمع جابر بن عبد اللہ یقول من صلی رکعۃ لم یقرأ فیہا بام القرآن فلم یصل الا وراء الامام ھذا حدیث حسن صحیح ترمذی ج ۱ ص ۴۲ **ترجمہ** ابو نعیم وہب بن کیسان سے روایت ہے انہوں نے جابر بن عبد اللہ صحابی کو سنا فرماتے تھے کہ جو کوئی ایک رکعت بھی ایسی پڑھے جس میں الحمد نہ پڑھی ہو تو اس کی اور کوئی صورت بجز اسکے نہیں کہ اس نے امام کے پیچھے نہ پڑھی ہو روایت کیا اس کو ترمذی نے اور حدیث کو انہوں نے حسن صحیح کہا ہے **ف** وجہ تائید ظاہر ہے۔ دوسرا جواب حدیث لا صلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب کا یہ ہے کہ اس میں قرأۃ عام ہے حقیقیہ اور حکمیہ کو یعنی خود پڑھے یا امام کے پڑھنے کو اسی کا پڑھنا قرار دیا جاوے اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے **حدیث** عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان لہ امام فقرأۃ الامام لہ قرأۃ ابن ماجہ اصح المطابع ص ۶۱ **ترجمہ** حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأۃ گویا اسی شخص کی قرأت ہے روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے **ف** وجہ تائید ظاہر ہے اور اس تاویل کی نظیر کہ دفع تعارض کے لئے قرأت کو عام لے لیا حقیقی اور حکمی کو حدیث میں موجود ہے کہ حضرت کعبؓ نے رفع تعارض کے لئے صلوۃ کو عام لے لیا ہے حقیقی اور حکمی کو اور حضرت ابو ہریرہؓ نے اس تاویل کی تقریر فرمائی وہ حدیث مختصراً یہ ہے عن ابی ھریرۃ فی اتیانہ الطور ولقائہ کعبا قال کعب ھی آخر ساعۃ من یوم الجمعۃ قبل ان تغیب الشمس فقلت الیس قد سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول لا یصادفہا مومن وھو فی الصلوۃ ولیست تلک الساعۃ صلوۃ قال الیس قد سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول من صلی وجلس ینتظر الصلوۃ فھو فی الصلوۃ حتی تاتیہ الصلوۃ التی تلیہا قلت بلی قال فھو کذلک نسائی مجتبائی ج ۱ ص ۲۱۱

ترجمہ ابو ہریرہؓ سے اُن کے کوہ طور پر تشریف لیجانے اور حضرت کعبؓ ملنے کے قصہ میں روایت ہے کہ کعبؓ نے
کہا وہ ساعت قبولیت کی یوم جمعہ کی آخری ساعت ہے غروب آفتاب ہونے سے پہلے ابو ہریرہؓ کہتے ہیں
کہ میں نے کہا کیا تم نے سُنا نہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ ساعت قبولیت کسی
مومن کی نماز پڑھتے ہوئے ملتی ہے اور حالانکہ یہ وقت نماز کا نہیں ہے حضرت کعبؓ نے جواب دیا کہ تم نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں سُنا کہ جو شخص نماز پڑھکر اگلی نماز کے انتظار میں بیٹھا رہے تو وہ اگلی نماز
کے آنے تک نماز ہی میں رہتا ہے میں نے کہا ہاں واقعی فرمایا تو ہے انہوں نے فرمایا بس یونہی سمجھو روایت کیا
اس کو نسائی نے **ف** نظیر ہونا ظاہر ہے اور جو ایک حدیث میں آیا ہے کہ لا تفعلوا الا بام القرآن فانہ
لا صلوۃ لمن لم یقرأ بہا یعنی میرے پیچھے اور کچھ مت پڑھا کرو بجز الحمد کے کیونکہ جو شخص اس کو نہیں پڑھتا
اس کی نماز نہیں ہوتی سو اس سے مقتدی پر فاتحہ کا وجوب نہیں ثابت ہوتا کیونکہ اس کے معنی یہ ہو سکتے
ہیں کہ چونکہ فاتحہ میں یہ شرف ہے کہ نماز کا وجود بنا بر علی اختلاف الاقوال اسکی قرأت پر موقوف ہے گو وہ قرأت
حکمیہ ہی کیوں نہو جیسا اوپر گذرا اس شرف کی وجہ سے اس میں بہ نسبت دوسری سورتوں کے یہ خصوصیت
آگئی ہے کہ ہم اسکی قرأت حقیقیہ کی بھی اجازت دیتے ہیں اور گو بازاد علی الفاتحہ بھی موقوف علیہ وجود یا
کمال صلوۃ کا ہے علی اختلاف الاقوال لیکن اسکی کوئی فرد معین موقوف علیہ نہیں اور فاتحہ بالتعیین موقوف
علیہ ہے پس غایت ما فی الباب مفید جواز کو ہے اور نہی سے استثنا ہونا اسکے مناسب بھی ہے اور اول حدیث میں
جو انصتوا صیغہ امر کا ہے وہ مفید نہی عن القراۃ کو ہے پس حسب قاعدہ اذا تعارض المبیح والمحرم ترجیح المحرم جو نہ
کو منسوخ کہا جاوے بجاے کسی حدیث سے اس مسئلہ پر شبہ نہیں رہا **مسئلہ ششم** رفع یدین صرف تکبیر تحریمہ میں
کرے پھر نہ کرے **حدیث** عن علقمۃ قال قال عبداللہ بن مسعود الا اصلی بکم صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم فصلی فلم یرفع یدیہ الا فی اول مرۃ وفی الباب عن البراء بن عازب حدیث ابن مسعود
حدیث حسن ترمذی ج ۱ صفحہ ۳۶ ترجمہ علقمہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کیا میں تم
لوگوں کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز پڑھاؤں پھر نماز پڑھائی اور صرف اول بار میں یعنی تکبیر تحریمہ
میں رفع یدین کیا روایت کیا اس کو ترمذی نے اور اس حدیث کو حسن کہا اور یہ بھی کہا کہ اس مضمون کی حدیث حضرت
براءؓ سے بھی آئی ہے **حدیث** عن البراء ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا افتتح الصلوۃ رفع یدیہ
الی قریب من اذنیہ ثم لا یعود ابوداؤد مجتبائی ج ۱ صفحہ ۱۱۶ ترجمہ حضرت براءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو کانوں کے قریب تک رفع یدین کرتے اور پھر نہ کرتے روایت کیا اسکو
ابوداؤد نے **ف** دلالت دونوں حدیثوں کی مقصود پر واضح ہے **مسئلہ ہفتم** آمین جہری نماز میں بھی آہستہ کہے

مسئلہ رفع یدین [illegible]

مسئلہ اخفاء آمین

حدیث عن علقمة بن وائل عن ابیه ان النبی صلی اللہ علیه وآله وسلم قرأ غیر المغضوب علیهم ولا الضالین فقال آمین وخفض بها صوته ترمذی ج ۱ صفحہ ۳۵ ترجمہ علقمہ بن وائل اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھکر پست آواز سے آمین فرمائی روایت کیا اس کو ترمذی نے اور عینی میں ہے کہ اس حدیث کو امام احمد اور ابو داؤد طیالسی اور ابو العلی موصلی اپنے مسانید میں اور طبرانی اپنے معجم میں اور دارقطنی اپنے سنن میں اور حاکم اپنے مستدرک میں ان لفظوں کو لائے ہیں واخفی بها صوته یعنی پوشیدہ آواز سے آمین فرمائی اور حاکم کتاب القراۃ میں لفظ خفض لائے ہیں اور حاکم نے اس حدیث کی نسبت یہ بھی کہا ہے صحیح الاسناد ولم یخرجاہ یعنی اسکی سند صحیح ہے اور پھر بھی بخاری اور مسلم اسکو نہیں لائے اور ترمذی نے جو اس پر شبہات نقل کئے ہیں علامہ عینی نے سب کا جواب دیا ہے چنانچہ اس کا خلاصہ حاشیہ نسائی مجتبائی ج ۱ صفحہ ۱۴۸ میں مذکور ہے مسئلہ دہم قیام میں ہاتھ زیر ناف باندھنا

مسئلہ دہم قیام میں ہاتھ زیر ناف

حدیث عن ابی جحیفة ان علیا قال من السنة وضع الکف علی الکف فی الصلوٰۃ تحت السرۃ حدیث دیگر عن ابی وائل قال قال ابو هریرۃ اخذ الکف علی الکف فی الصلوٰۃ تحت السرۃ ابو داؤد نسخہ ابن الاعرابی ج ۱ صفحہ ۱۱ ترجمہ ابی جحیفہ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ سنت طریقہ یہ ہے کہ نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ رکھا جاوے اور ابو وائل سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ ہاتھ کا پکڑنا ہاتھ سے نماز کے اندر ناف کے نیچے ہے روایت کیا ان دونوں حدیثوں کو ابو داؤد نے حدیث دیگر عن ابی جحیفة ان علیاؓ قال السنة وضع الکف فی الصلوٰۃ ویضعهما تحت السرۃ اخرجه رزین تیسیر کلکتہ صفحہ ۲۱۶ کتاب الصلوٰۃ باب خامس ف یہ وہی پہلی روایت ہے وہاں ابو داؤد مخرج تھے یہاں رزین ہیں اور دلالت سب حدیثوں کی مطلوب پر ظاہر ہے مسئلہ یازدہم قعدہ اخیرہ میں اسی طرح بیٹھے جیسے قعدہ اولی میں بیٹھتے ہیں حدیث عن عائشةؓ فی حدیث طویل کان رسول اللہ صلے اللہ علیه وسلم یقول فی کل رکعتین التحیة وکان یفترش رجله الیسری وینصب رجله الیمنی مسلم مجتبائی ج ۱ صفحہ ۱۹۴ ترجمہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہر دو رکعت پر التحیات پڑھتے تھے اور بائیں پاؤں کو بچھاتے تھے اور داہنے پاؤں کو کھڑا کرتے تھے روایت کیا اس کو مسلم نے اس حدیث میں افتراش کی ہیئت میں آپ کی عادت کا بیان ہے جو اطلاق الفاظ سے دونوں قعدوں کو شامل ہے اور اقتران جملہ متضمنہ فی کل رکعتین کا مؤید عموم ہونا مزید بیان ہے حدیث دیگر عن وائل بن حجرؓ قال قدمت المدینة قلت لانظرن الی صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فلما جلس یعنی للتشهد افترش رجله الیسری ووضع یده الیسری یعنی علی فخذه الیسری ونصب رجله الیمنی قال ابو عیسیٰ هذا حدیث حسن صحیح والعمل علیه عند

مسئلہ یازدہم قعدہ اخیرہ

اکثر اھل العلم ترمذی صفحہ ترجمہ وائل بن حجر سے روایت ہے کہ میں مدینہ آیا تو میں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز دیکھوں گا پس جب آپ تشہد کیلئے بیٹھے تو بایاں پاؤں بچھایا اور اپنا بایاں ہاتھ بائیں ران پر رکھے اور داہنا پاؤں کھڑا کیا روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اکثر اہل علم کے نزدیک اس پر عمل ہے۔ **ف** ہر چند کہ فعل کے لئے فی نفسہ عموم نہیں ہوتا مگر جب قرائن موجود ہوں تو عموم ہو سکتا ہے یہاں ایک صحابی کا نماز دیکھنے کے لئے اہتمام کرنا جس کے لئے عادۃً لازم ہے کہ مختلف نمازیں دیکھی ہوں پھر اہتمام سے ان کا بیان کرنا یہ قرائن ہیں اگر دونوں قعدوں کی ہیئت مختلف ہوتی تو موقع ضرورت میں اس کو بھی بیان کرتے کیونکہ سکوت موہم غلطی ہے ان سے ظاہر یہ ہے کہ دونوں قعدوں کی ہیئت بھی یہی تھی **حدیث دیگر** عن عبد اللہ ابن عمر عن ابیہ قال من سنۃ الصلوٰۃ ان تنصب القدم الیمنٰی واستقبالہ باصابعھا القبلۃ والجلوس علی الیسریٰ ج ۱ صفحہ ۱۳ ترجمہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے صاحبزادے اپنے باپ یعنی عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ سنت نماز کی یہ ہے کہ قدم کو کھڑا کرو اور اسکی انگلیاں قبلہ کی طرف متوجہ کرو اور بائیں پر بیٹھو روایت کیا اس کو نسائی نے **ف** یہ حدیث چونکہ قولی ہے اور قول میں عموم ہوتا ہے اس لئے اس کی دلالت میں وہ شبہہ بھی نہیں **مسئلہ دوازدہم** پہلی اور تیسری رکعت سے جب اٹھنے لگے سیدھا کھڑا ہو جائے بیٹھے نہیں **حدیث** عن ابی ھریرۃ قال کان النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ینھض فی الصلوٰۃ علی صدور قدمیہ قال ابو عیسیٰ حدیث ابی ھریرۃ علیہ العمل عند اھل العلم ترمذی صفحہ ترجمہ ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں اپنے قدموں کے پنجوں پر اٹھ کھڑے ہوتے تھے روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا کہ ابو ہریرہؓ کی حدیث پر عمل ہے اہل علم کے نزدیک **ف** دلالتہ واضح ہے **مسئلہ سیزدہم** جماعت میں سے جس شخص کی سنت فجر کی رہجاوے وہ بعد آفتاب نکلنے کے پڑھے **حدیث** عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من لم یصل رکعتی الفجر فلیصلھما بعد ما تطلع الشمس ترمذی ج ۱ صفحہ ترجمہ ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے فجر کی دو رکعت سنت نہ پڑھی ہو وہ ان دونوں کو بعد آفتاب نکلنے کے پڑھے روایت کیا اس کو ترمذی نے **ف** دلالت ظاہر ہے **مسئلہ چہاردہم** وتر تین رکعت ہیں اور دو رکعت پر سلام نہ پھیرے لیکن دو رکعت پر التحیات کے لئے قعدہ کرے اور قنوت رکوع سے پہلے پڑھے اور قنوت سے پہلے دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر کہے **حدیث** عن ابی بن کعب قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فی الوتر بسبح اسم ربک الاعلی وفی الرکعۃ الثانیۃ بقل یا ایھا الکافرون وفی الثالثۃ بقل ھو اللہ احد ولا یسلم الا فی اٰخرھن الحدیث **حدیث دیگر** عن ابی بن کعب ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کان

مسئلہ سوم تحقیق جلوس در قعدتین

مسئلہ دوازدہم رکعت طاق اول و سوم قعدہ و برخاستن بعد از رکوع

مسئلہ قضاء سنت فجر بعد طلوع آفتاب

مسئلہ در بیان طریقہ وتر

یوتر بثلث رکعات وفیہ ویقنت قبل الرکوع **حدیث** دیگر عن سعید بن ہشام ان عائشۃ حدثت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان لا یسلم فی رکعتی الوتر نسائی ج ۱ صفحہ ۲۴۸ **ترجمہ خلاصہ** تینوں حدیثوں کا یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی تین رکعت پڑھتے تھے اور دو رکعت پر سلام نہ پھیرتے تھے بالکل اخیر میں پھیرتے تھے اور قنوت قبل رکوع کے پڑھتے تھے اور روایت کیا تینوں حدیثوں کو نسائی نے

حدیث عن عائشۃ فی حدیث طویل کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول فی کل رکعتین التحیۃ مسلم مجتبائی ج ۱ صفحہ ۱۹۴ **ترجمہ** حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر دو رکعت پر التحیات پڑھا کرتے تھے روایت کیا اس کو مسلم نے **ف** یہ حدیث مسئلہ یازدہم میں آچکی ہے **حدیث** اخرج البیہقی وغیرہ عن ابن عمرؓ و ابن مسعود رفع الیدین مع التکبیر فی القنوت عمدۃ الرعایہ مولانا عبدالحی صفحہ ۱۹۹ مطبع اصح المطابع **ترجمہ** بیہقی وغیرہ نے ابن عمرؓ و ابن مسعودؓ سے قنوت میں اللہ اکبر کے ساتھ رفع یدین کرنا روایت کیا ہے **ف** مجموعہ احادیث سے مجموعہ مطالب ظاہر ہے اور مسلم کی حدیث میں لفظ کل رکعتین اپنے عموم سے وتر کی اولیین کو شامل ہونے میں نص صریح ہے مسئلہ پانزدہم صبح کی نماز میں قنوت نہ پڑھے **حدیث** عن ابی مالک الاشجعی قال قلت لابی یا ابت انک قد صلیت خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر و عمر و عثمان و علی ھھنا بالکوفۃ نحوا من خمس سنین اکانوا یقنتون قال ای بنی محدث رواہ الترمذی والنسائی وابن ماجہ مشکوٰۃ شریف ج ۱ صفحہ ۱۰۶ **ترجمہ** ابو مالک اشجعی سے روایت ہے کہ میں نے اپنے باپ سے کہا کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور حضرت ابو بکرؓ کے اور حضرت عمرؓ کے اور حضرت عثمانؓ کے اور پانچ سال تک یہاں کوفہ میں حضرت علیؓ کے پیچھے نماز پڑھی ہے کیا یہ حضرات قنوت پڑھا کرتے تھے (یعنی نماز فجر میں کیونکہ یہ حدیث اسی میں وارد ہے) انہوں نے کہا کہ بیٹا یہ بدعت ہے روایت کیا اس کو ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے **ف** دلالت مدعا پر ظاہر ہے یہ کل پندرہ مسئلے بطور نمونہ کے لکھدیئے ہیں اسی طرح بفضلہ تعالیٰ حنفیہ کے دوسرے مسائل بھی حدیث کے خلاف نہیں ہیں چنانچہ مطولات کے مطالعہ سے معلوم ہو سکتا ہے۔ وھذا اٰخر ما اردت ایرادہ الآن وکان فی العشرۃ الوسطی وتبییضہ فی العشرۃ الاخیرۃ فی رمضان ۱۳۳۰ھ من الھجرۃ المنورۃ علی صاحبہا الف الف من الصلوٰۃ والتحیۃ فی کورۃ تھانہ بھون صانہا اللہ تعالیٰ عن شرور المحن فقط

اشعار در متابعت فحول واشعار از بشارت قبول ہر چند کہ استدلالات میں اقناعیات کا لانا ظاہراً بے محل ہے اس لئے مجکو ان اشعار کے لانے میں تردد تھا لیکن اختتام تسویہ پر شام مبرقلب

مسئلہ نمبر ۱۵ ثبوت دعا

پر وارد ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خندق میں صحابہؓ کی تنشیط و رفع کے لئے ایک کلام موزوں ارشاد فرمایا تھا جس پر صحابہؓ نے بھی جوش میں آ کر شعر پڑھا اور حضور پُر نور (صلے اللہ علیہ وسلم) نے سُنا اس سے معلوم ہوا کہ امر محمود کی ترغیب کے لئے اشعار ذکر کرنا موافقت سنت کی ہے اھ اس منام سے وہ تردد بھی رفع ہوا اور ایک دوسرا احتمال بھی کہ مضامین رسالے کے صواب و خطا ہونے کے متعلق کھٹکتا تھا دفع ہوا کیونکہ سنت سے غیر صواب کی تائید نہیں کی جاتی اور بدیں وجہ کہ استدلال اس پر موقوف نہیں اقناعیت بھی مضر نہیں چونکہ رویا بروئے حدیث مبشرات سے ہے اس لئے امید ہے کہ یہ تحریر مقبول ہوئی اور یہ محض حق تعالیٰ کا فضل وکرم ہے ورنہ اس ناکارہ کا کوئی عمل اسکی لیاقت نہیں رکھتا اوّل حدیث غزوہ خندق کی پھر رویا کے مبشرات ہونے کی لکھتا ہوں پھر اشعار معہود مثنوی معنوی سے نقل کرکے آخر میں لکھتا ہوں۔

حدیث خندق عن انسؓ قال خرج النبی صلے اللہ علیہ وسلم الی الخندق فاذا المهاجرون والانصار یحفرون فی غداۃ باردۃ ولم یکن لهم عبید یعملون ذلك لهم فلما رای ما بهم من النصب والجوع قال اللهم ان العیش عیش الآخرۃ فاغفر الانصار والمهاجرۃ فقالوا مجیبین له نحن الذین بایعوا محمدا علی الجهاد ما بقینا ابدا اخرجه الشیخان والترمذی۔ تیسیر کلکتہ ۲۳۱ کتاب الغزوات غزوۃ الخندق۔

حدیث رؤیا عن ابی هریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یبق بعدی من النبوۃ الا المبشرات قال الرؤیا الصالحۃ اخرجه البخاری متصلا ومالك عن عطاء مرسلا وزاد یراها الرجل او تری له تیسیر کلکتہ صفحہ ۸۹ کتاب التعبیر فصل اول۔

اشعار مثنوی

با ہوا و آرزو کم باش دوست	چوں یضلک عن سبیل اللہ اوست
ایں ہوا را نشکند اندر جہاں	ہیچ چیزے ہمچو سایہ ہمرہاں
آں رہے کہ بارہا تو رفتۂ	بے قلاوُز اندراں آشفتۂ
پس رہے را کہ نرفتستی تو ہیچ	ہیں مرو تنہا ز رہبر سر مپیچ
اندر آور سایۂ آں عاقلے	کش نتاند برد از رہ ناقلے
پس تقرب جو بدو سوئے الٰہ	سر مپیچ از طاعت او ہیچ گاہ
زانکہ او ہر خار را گلشن کند	دیدۂ ہر کور را روشن کند
دستگیر بندہ خاص آلہ	طالبان را می برد تا پیشگاہ
یار باید راہ را تنہا مرو	از سر خود اندریں صحرا مرو
ہر کہ تنہا نادراں راہ را برید	ہم بعون ہمت مرداں رسید

کتبہ اشرف علی التھانوی الفاروقی الحنفی الچشتی الامدادی غفرلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دلالۃ بر عقل و اجتہاد امام اعظم تلویحات کتاب و سنت و تصریحات اکابر امت

برائے تقویت مقدمہ مذکورہ جواب شبہہ دوم مقصد ششم بقولہ نہ وہ علم و ہدایت سے معرا تھے

واخرین منھم لما یلحقوا بھم سورہ جمعہ تفسیر آیۃ بحدیث وقت نزول آیت کے حضرت ابو ہریرہؓ کے تین بار پوچھنے پر حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسیؓ پر ہاتھ رکھکر ارشاد فرمایا کہ اگر ایمان ثریا پر ہوتا تو کوئی شخص یا یہ فرمایا کہ ایک شخص ان (اہل فارس) میں سے اس کو لے لیتا۔ بخاری کتاب التفسیر۔ شرح حدیث بقول محدثین۔ حافظ سیوطی نے فرمایا کہ یہ حدیث امام صاحب کی طرف اشارہ ہونے میں اصل صحیح قابل اعتماد ہے علامہ شامی صاحب سیرۃ تلمیذ سیوطی نے کہا ہے کہ ہمارے استاد یقین کرتے تھے کہ اس حدیث سے امام صاحب کا مراد ہونا امر ظاہر ہے بلا شبہہ ہے کیونکہ اہل فارس میں علم کے اس درجہ کو کوئی نہیں پہنچا۔

حدیث علامہ ابن حجر مکی نے روایت کیا ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ عالم کی رونق سنہ ڈیڑھ سو میں اٹھ جاوے گی۔ شرح شمس الدین کردری نے کہا کہ یہ حدیث امام صاحب پر محمول ہے کیونکہ آپ کا اسی سنہ میں انتقال ہوا ہے **حدیث سوم مع الشرح**۔ محمد بن حفص نے حسن سے انہوں نے سلیمان سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اس حدیث کی تفسیر میں کہ قیامت قایم نہو گی یہانتک کہ علم خوب شایع ہو جاوے گا فرمایا ہے یعنی ابو حنیفہ کا علم **برکات صحابہؓ** امام صاحب کے والد واجد ثابت اپنے صغر سن میں حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے اُن کے اور اُن کی اولاد کے حق میں دعائے برکت فرمائی ابن حجرؒ نے فرمایا کہ حسب قول امام ذہبیؒ یہ امر صحت کو پہنچگیا کہ امام صاحب نے حضرت انسؓ کو صغر سنی میں دیکھا ہے اور آپ کو اتنا ہوش تھا کہ آپ نے خود فرمایا کہ میں نے حضرت انسؓ کو کئی بار دیکھا اور وہ سُرخ خضاب فرمایا کرتے تھے خطیب نے تاریخ بغداد میں بھی امام صاحب کا حضرت انسؓ کو دیکھنا نقل کیا ہے۔ شیخ ولی الدین نے فرمایا کہ امام صاحب کا روایت کرنا صحابہ سے درجۂ صحت کو نہیں پہنچا۔ مگر حضرت انسؓ کی روایت سے مشرف ہوئے ہیں بس اگر روایت صحابی پر اکتفا کیا جاوے تو امام صاحب تابعی ہیں بس فضیلت آیت والذین اتبعوهم باحسان بھی آپ کو شامل ہو گی اور اگر روایت شرط ہو تو نہیں تاہم خیر القرونؒ کی برکت سے ضرور مشرف ہوں گے اور بعض علما نے روایت بھی ثابت کی ہے جیسا تبییض الصحیفہ میں ابو معشر عبد الکریم بن عبد الصمد طبری شافعی سے منقول ہے۔ **برکات اہل بیت نبوؐ** مفتاح السعادۃ میں ہے کہ آپ کے والد ثابت کی وفات کے بعد آپ کی والدہ صاحبہ سے حضرت امام جعفر صادقؓ نے عقد فرمایا اور آپ نے حضرت جعفرؓ کی گود میں پرورش فرمائی۔ **بشارت تابعی** بہ نسبت روحانی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خطیب نے تاریخ میں امام جعفر صادقؓ کا خواب میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کھولنا۔ آپ کے استخوان مبارک اپنے سینہ سے لگانا اور حضرت محمد بن سیرین کا آپ کے نشر علوم دین میں سب سے زیادہ ہونے کی تعبیر دینا بیان کیا ہے **اسمار بعض شیوخ امام صاحب**۔ حماد بن سلیمان۔ سلمہ بن کہیل۔ سماک بن حرب۔ عبد اللہ بن دینار۔ عطا بن ابی رباح۔ عطا بن السائب۔ عکرمہ مولی ابن عباس۔ نافع مولی ابن عمر۔ علقمہ بن مرثد۔ محمد بن السائب۔ محمد بن مسلم بن شہاب الزہری۔ ہشام بن عروہ۔ قتادہ عمرو بن دینار۔ عبد الرحمن بن ہرمز وغیرہ کذا ذکرہ الحافظ المزی فی تہذیب الکمال مفتاح السعادۃ میں چار ہزار بتائے ہیں۔ بعض رواۃ ثقات عبد اللہ بن مبارک۔ عبد اللہ بن یزید مقری۔

عبدالرزاق بن ہمام۔ عبدالعزیز بن ابی رواد۔ عبداللہ بن یزید القرشی ابو یوسف۔ محمد۔ زفر۔ حسن۔ داؤد طائی۔ وکیع۔ حفص بن غیاث۔ حماد بن ابی حنیفہ وغیرہم مما ذکرہم المزی والکفوی۔ اور سیوطی اور علی قاری نے آپ کے مشائخ و تلامذہ کو بسط سے لکھا ہے اور چونکہ حسب حدیث المرء علی دین خلیلہ۔ اصحاب متبوعین و تابعین کے احوال بھی ایک قسم کی علامت ہے لہذا شیوخ و تلامذہ کا ایراد مناسب سمجھا گیا

اسمائے بعض اکابر مادحین امام صاحب از متقدمین و متاخرین کہ مدح شان بحدیث انتم شہداء اللہ فی الارض دلیل شرعی است۔

امام مالک۔ امام شافعی۔ امام احمد بن حنبل۔ یحییٰ بن معین۔ علی بن المدینی۔ شعبہ۔ عبداللہ بن مبارک۔ ابو داؤد۔ ابن جریج۔ یزید بن ہارون۔ سفیان۔ شداد بن حکیم۔ مکی بن ابراہیم۔ یحییٰ بن سعید قطان۔ اسد بن عمرو۔ عبدالعزیز بن رواد۔ سیوطی۔ ابن حجر مکی۔ ذہبی۔ ابن خلکان۔ یافعی۔ ابن حجر عسقلانی۔ نووی۔ غزالی۔ ابن محمد عبدالبر مالکی۔ یوسف بن عبدالہادی حنبلی۔ خطیب۔ عبداللہ بن داؤد خریبی۔ صاحب قاموس۔ شمس الائمہ کردری و میری۔ عبدالوہاب شعرانی۔ طحاوی۔ سبط ابن الجوزی وغیرہم۔

بعض کلمات مدحیہ منقولہ از علماء مذکورین

بحر۔ فقیہ۔ امام۔ اورع۔ عامل۔ متعبد۔ کبیر الشان۔ معرض عن الدنیا۔ محتاج الیہ فی الفقہ۔ ثقہ۔ قائم بالحجۃ۔ اعلم الفقہ۔ حافظ سنن و آثار۔ حسن الرائے۔ مجاہد فی العبادۃ۔ کثیر البکاء فی اللیل۔ اعقل۔ ذکی۔ سخی مومن۔ نقی۔ کثیر الخشوع۔ کثیر الصمت۔ دائم التضرع۔ صاحب الکرامات۔ عابد۔ زاہد۔ عارف باللہ۔ مرید وجہ اللہ۔ بالعلم کمیت و کیفیت نفقہ۔ سیوطی نے بواسطہ خطیب کے ابی حمزہ سکری کا سماع خود امام صاحب سے نقل کیا ہے کہ حدیث مسند مروی دوسری طرف نہیں جاتا ہوں اور صحابہ کے اقوال میں ایک کو دوسرے پر اختیار کرتا ہوں اور تابعین سے مزاحمت و مقابلہ کرتا ہوں اور آپ نے بقول خطیب خوارزمی اسی ہزار مسائل سے زیادہ وضع فرمائے۔ وفات بعد برداشت فرمانے ظلم و ایذا شدیدہ کے جب آثار موت کے ظاہر ہوئے سجدہ میں گر گئے اور اسی میں وفات فرمائی۔ ھذا اکثرہ من مقدمۃ الہدایۃ والسعایۃ والنافع الکبیر والتعلیق الممجد لمولانا عبدالحی المرحوم اللکھنوی تعالیٰ فقیر ھذا الہم جب ایسے دلائل قویہ سے امام صاحب کے ایسے فضائل منقبہ ثابت ہوئے ہیں آپ کے علم و اجتہاد پر کیا کلام ہے اور یہی مدار ہے مقلد فی الدین لائق تقلید ہونے کا کہ مقصود مقام ہے فتدبر

تمت

فصل دوم در تحقیق بعض مقامات الاقتصاد

(ایک صاحب علم کا خط) رسالہ الاقتصاد کے جواب شبہہ بستم کے متعلق میں نے اُس شبہ کی جواب میں یہ لکھا تھا کہ غنیہ مجھکو نہیں ملی ان صاحب نے غنیہ دیکھکر جواب کے لئے ذیل کی تقریر لکھی ہے وہو ہذا

جواب شبہہ بستم فرقہ ضالہ مرجیہ حنفیہ سے مراد یہاں فرقہ مرجیہ میں ایسا گروہ ہی جو اپنی آپ کو بطریق افترا جناب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ سے منسوب کرتا تھا جیسا کہ شرح مواقف کی عبارت سے بھی ظاہر ہے ورنہ جناب امام ابو حنیفہؒ صاحب کو تو جناب پیر صاحبؒ اپنی اسی کتاب شریف غنیۃ الطالبین میں امام تسلیم فرماتے ہیں اور اُن کا اجتہاد عوام کی نفع رسانی کے لئے بیان فرماتے ہیں جیسا کہ صـــــ پر غنیۃ الطالبین مطبع اسلامیہ لاہور فی باب الصلوٰۃ خطر یا واسر یا جسم میں فرماتے ہیں کہ وقال الامام ابو حنیفۃ لایقتل الخ سے ظاہر ہے ترجمہ اور فرمایا ابوحنیفہؒ نے کہ وہ (یعنی تارک) صلوٰۃ نہ قتل کیا جاوے بلکہ قید کیا جاوے الخ اور نیز امام ابوحنیفہؒ کے مقلدین فقہاء پر و اُن کے مختلف فیہ اجتہاد پر اپنے یعنی امام احمد حنبلؒ کے مذہب والوں اور امام شافعیؒ کے مذہب والوں کو انکار کرنے سے منع فرماتے ہیں کہ انکار نہ کیا جاوے اور اپنے مذہب کو ... گویا باہمی ایک سمجھتے ہیں (کما ہو فی الحقیقت) جیسا کہ صـ۱۹ و ۲۰ پر فی باب الامر بالمعروف فصل والذی یؤمر بہ سے ظاہر ہے عبارت اس طرح شروع ہوتی ہے واما اذا کان من الشئی مما اختلف الفقہاء فیہ الخ ترجمہ لیکن جب ہو وہ چیز ... ان چیزوں میں سے جن میں اختلاف کیا ہے فقہا نے اور گنجائش ہے اُس میں اجتہاد کی جیسے پینا عامی کا نبیذ کو تقلید کر کے امام ابوحنیفہ کی اور نکاح کرنا عورت کا بغیر ولی کے جیسا کہ مشہور ہے اُن کی مذہب میں تو نہیں ہے کسی کو ان میں سے جو امام احمد اور امام شافعیؒ کے مذہب پر ہے اس کا (یعنی مذکورہ اجتہاد امام ابوحنیفہؒ کا یا ایسا ہی اور مختلف فیہ مسائل کا) انکار کرنا کیونکہ امام احمدؒ نے فرمایا ہے مروزی کی روایت میں نہیں ہے چاہتا فقیہ کو یہ کہ اُٹھاوے لوگوں کو اپنے مذہب پر اور نہ سختی کرے اُن پر الخ ۱۲ نیز اگلے

بیان سے اس کے اور زیادہ تصدیق ہوتی ہے کہ مرجیہ حنفیہ کے ساتھ ہی آگے آپ تحریر فرماتے ہیں والمعاذیۃ جس سے فرقہ مرجیہ میں سے ایسا گروہ مراد ہے جو اپنے آپ کو بطریق افترا حضرت معاذؓ سے منسوب کرتا ہے (ایک وجہ تسمیہ مرجیہ کی جو جناب پیر صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ لانہا زعمت الخ یعنی اُنہوں نے زعم کر لیا کہ تحقیق ایک تکلیف دے گیوں سے جب کہے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور کرے بعد اس کے سب گناہ تو نہیں داخل ہوگا دوزخ میں ہرگز ۱۲ یہ حضرت معاذؓ روایت کر ہوئی اُسی حدیث سے استدلال بطریقہ غلط مرجیہ نے کیا ہے جو آپ نے اپنے انتقال کے وقت اقرار شہادتین کی بابت بیان فرمائی تھی جس سے وجہ نسبت کرنے کی آپ کی طرف (یعنی حضرت معاذؓ کی طرف ظاہر ہے) ورنہ حضرت معاذؓ اصحاب آں سرور صلعم میں سے ہیں اور آپ کی اقتدا (راست) بموجب حدیث شریف بایہم اقتدیتم اہتدیتم عین ہدایت ہے اور آپ کے مقتدی (رہنا) اہل سنت والجماعت تو یہ واضح ہو گیا کہ جناب پیر صاحب ان ہر دو اصحاب کی اقتدا کرنے والوں کو (نعوذ باللہ) مرجیہ نہیں شمار فرماتے بلکہ مرجیہ کے ایسے گروہ کو بیان فرماتے ہیں جو بطریق افترا اپنے آپ کو ان حضرات کی طرف منسوب کرتے ہیں اور اپنا نام مرجیہ حنفیہ مرجیہ معاذیہ قرار دیتے ہیں

فقط

مظلوم عورتوں کی موجودہ مشکلات کا علاج

(اور اس کا شرعی دستور العمل)

علما تھانہ بھون - دیوبند - سہارنپور اور دیگر اکابر علماء ہند کے غور خوض کا نتیجہ

جسمیں مفقود الخبر مجنون عنین کی بیویوں کیلئے رہائی کی شرعی صورتیں نیز وہ شخص جو بیوی کو چھوڑ کر باہر چلا جائے یا موجود ہو مگر نان نفقہ کی خبر نہ لے اونکے لئے رہائی کی صورت خیار بلوغ و خیار کفاءۃ کی مفصل شرائط فقہ کی معتبر کتب سے نہایت تحقیق کیساتھ جمع کیگئی ہیں آخر میں معاملات نکاح پر اختلاف مذہب کے اثر کا مفصل بیان کہ کس کس صورت میں نکاح جائز ہے اور کس میں نہیں اور کس صورت میں نکاح فسخ ہو جاتا ہے۔ اور کسمیں نہیں ضخامت تقریباً دو سو صفحات (عہ)

احکام تصاویر

مصنفہ جناب مفتی صاحب دار العلوم دیوبند تصاویر کے مفصل احکام عقلی دلائل اور قرآن و حدیث کے مفصل ارشادات کیساتھ اور موجودہ زمانہ کی ابتلائے عام پر نظر کرکے اون تمام سہولتوں کو جمع کر دیا گیا ہے جو تصویر کے استعمال میں شرعی قواعد کے ماتحت دیجا سکتی ہیں فوٹوگرافی نصف دھڑ کی تصویر تصاویر کی تجارت تصویر سازی کی اجرت مصور مکان میں داخل ہونا پاسپورٹ کیلئے تصویر لینا بچوں کے مصور کھلونے بیچنا اور خریدنا ڈاکٹری صرورت وغیرہ کیلئے اعضاء انسانی کی تصویر بنانا سینما کی تصاویر سے کام لینا اور اونکا دیکھنا وغیرہ اور دوسرے حصے میں اون شبہات کا محققانہ جواب جو بعض روشن خیالوں کو اکثر یا بعض روایات کو اجمالی و مختصر تصاویر کے معاملہ میں پیدا ہو سکتے ہیں یا ہو گئے ہیں قیمت ہر دو حصہ ۱۲ قیمت [illegible]

ایضاح المطالب

شرح اردو

کافیہ ابن حاجب کے متعلق شیخ الحدیث حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدظلہم کی رائے

امام فن علامہ ابن حاجب رحمۃ اللہ تعالیٰ کی کتاب مشہور و معروف کافیہ یقیناً علم نحو کے طالبین کے لیئے کافی ووافی ہے۔ اسی بنا پر اسلاف کا مشہور و مقبولہ چلا آتا ہے کہ کافیہ کافیست باقی دردسر۔ اگرچہ اس کتاب کی سیکڑوں شروح اور سیکڑوں حواشی عربی اور فارسی زبانوں میں اہل علم کے لیئے باعث افادہ اور استفادہ ہوئے اور ہزارہا اہل علم کو بالخصوص ممالک مشرقیہ میں فیض حاصل کرنے کی نوبت آئی مگر طلبا اہل ہند کو پوری سہولت آج تک حاصل نہ ہوئی تھی۔ حضرت مولانا العلام مولوی محمد مشیت اللہ صاحب فاضل دیوبند کو اللہ تعالیٰ دونوں جہان میں بامراد و بامراد فرمائے اُن کی عنایات بے غایات نے طلبا ہندوستان کے لیئے تمام مغلقات اور مشکلات کا ازالہ فرمادیا۔ اسی وجہ سے جناب محمد علی صاحب مالک کتب خانہ امدادیہ دیوبند نے بہت زیادہ کوشش فرماکر اس کتاب کو بہت عمدہ پیمانہ پر چھپوایا ہے۔ امید ہے کہ شائقین علم نحو بہت جلد اس کو خرید کرکے اپنے مقاصد میں کامیاب ہوں گے۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ۔

قسم اول ایک روپیہ آٹھ آنے
عایتی بارہ آنے

قسم دویم ایک روپیہ چار آنے
عایتی دس آنے

ملنے کا پتہ

ناظم دار الاشاعت دیوبند یوپی

آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائیگا ۔